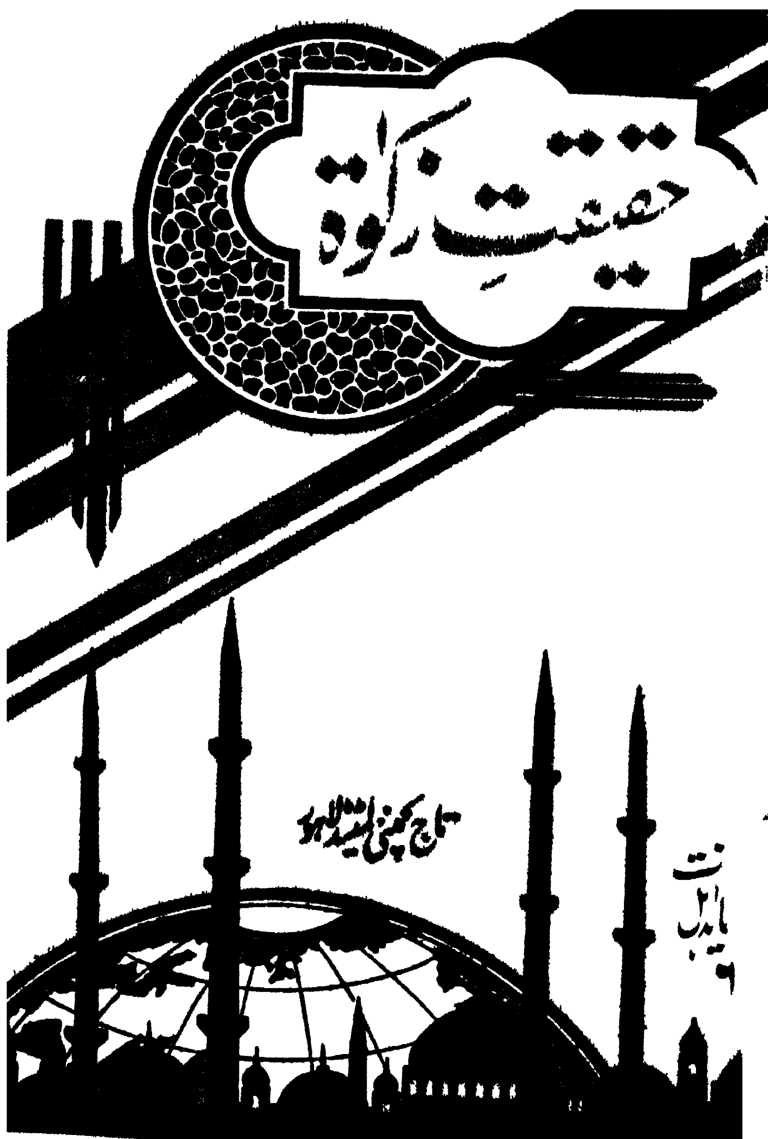

حقیقتِ زکوٰۃ
تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

ایک ضروری التماس

جو اصحاب اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں ان کی خدمت میں
درخواست ہے کہ وہ تھوڑا سا وقت نکال کر اپنا نام اور ڈاک خانہ کا
پتہ لکھ بھیجیں تاکہ ہمارے ہاں سے اردو لٹریچر کی جو نہایت
مفید کتابیں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی ہیں ان کی اطلاع
اور دیگر مطبوعات کی فہرست ہم ان کی خدمت میں روانہ
کیا کریں۔ امید ہے احباب ہماری اس عرضداشت کو
درخواست کو شرف قبولیت بخش کر مع اپنے احباب
عزیزوں و رشتہ داروں کے نام و پتہ جات بھی بھیج دیں گے۔

شیخ عنایت اللہ منیجنگ ایجنٹ تاج کمپنی لمیٹڈ
قرآن منزل [illegible] لاہور

حقیقتِ زکوٰۃ

از

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

ناشران-
تاج کمپنی لمیٹڈ۔ قرآن منزل ریلوے روڈ لاہور

طبع سوم
قیمت ۱۲؍

فہرست

زکوٰۃ کی اہمیت

نماز کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن زکوٰۃ ہے عام طور پر چونکہ عبادات کے سلسلہ میں نماز کے بعد روزے کا نام لیا جاتا ہے۔ اس لئے لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ نماز کے بعد روزے کا نمبر ہے۔ مگر قرآن مجید سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نماز کے بعد سب سے بڑھ کر زکوٰۃ کی اہمیت ہے۔ یہ دو بڑے ستون ہیں۔ جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ ان کے ہٹنے کے بعد اسلام قائم نہیں رہ سکتا ؛

زکوٰۃ کے معنی ہیں پاکی اور صفائی کے۔ اپنے مال میں سے ایک حصہ حاجتمندوں اور مسکینوں کے لئے نکالنے کو زکواۃ اس لئے کہا گیا کہ اس طرح وہ مال، اور اس مال کے ساتھ خود اس آدمی کا نفس بھی پاک ہو جاتا ہے۔ جو شخص خدا کی بخشی ہوئی دولت میں سے خدا کے بندوں کا حق نہیں

نکالتا - اس کا مال ناپاک ہے اور مال کے ساتھ اس کا نفس بھی ناپاک ہے - کیونکہ اس کے نفس میں احسان فراموشی بھری ہوئی ہے - اس کا دِل اتنا تنگ ہے - اتنا خودغرض ہے اتنا زر پرست ہے کہ جس خدا نے اس کو اس کی حقیقی ضرورت سے زیادہ دولت دے کر اس پر احسان کیا - اسکے احسان کا حق ادا کرتے ہوئے بھی اس کا دل دکھتا ہے - ایسے شخص سے کیا اُمید کی جا سکتی ہے کہ وہ دنیا میں کوئی نیکی بھی خدا کے واسطے کر سکے گا - کوئی قربانی بھی محض اپنے دین و ایمان کی خاطر برداشت کریگا؟ لہذا ایسے شخص کا دِل بھی ناپاک اور اس کا وہ مال بھی ناپاک ہے جسے وہ اِس طرح جمع کرے ۔

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا فرض ادا کر کے ہر شخص کو امتحان میں ڈالا ہے - جو شخص بخوشی اپنے ضرورت سے زیادہ مال میں سے خدا کا حق نکالتا ہے اور اس کے بندوں کی مدد کرتا ہے - وہی اللہ کے کام کا آدمی ہے اور وہی اس لائق ہے کہ ایماندا روں کی جماعت میں اس کا شمار کیا جائے اور جس کا دِل اتنا تنگ ہے کہ وہ اتنی ذراسی قربانی بھی خداوند عالم کے لئے برداشت نہیں کر سکتا - وہ اللہ کے کسی کام کا نہیں اور ہرگز اس

لائق نہیں کہ اہلِ ایمان کی جماعت میں داخل کیا جائے۔ وہ ایک سڑا ہوا عضو ہے جسے جسم سے الگ کر دینا ہی بہتر ہے ورنہ سارے جسم کو سڑا دیگا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب کے بعض قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس طرح جنگ کی جیسے کافروں سے کی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ لوگ نماز پڑھتے تھے اور خدا اور رسول کا اقرار کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بیکار ہیں کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا ۔

قرآن مجید اُٹھا کر دیکھیے۔ آپ کو نظر آئیگا کہ قدیم زمانہ سے تمام انبیاء کی اُمتوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم لازمی طور پر دیا گیا ہے اور دین اسلام کبھی کسی زمانہ میں بھی اِن دو چیزوں سے خالی نہیں رہا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کے انبیاء کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ	ہم نے ان انسانوں کا پیشوا بنایا
بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ	اور وہ ہمارے حکم کے مطابق لوگوں
فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ	کو ہدایت کرتے تھے ہم نے ان کی

الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَ ذریعہ سے ان کو نیک کام کرنے
کَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۔ اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی
(الانبیاء ۴) تعلیم دی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے :-

وَکَانَ یَاْمُرُ اَھْلَهٗ بِالصَّلٰوۃِ وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم
وَالزَّکٰوۃِ وَ کَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ دیتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک
مَرْضِیًّا (مریم - ۴) برگزیدہ تھے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے متعلق دعا کی کہ خدایا ہمیں اس دنیا کی بھلائی بھی عطا کر اور آخرت کی بھلائی بھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ جواب میں ارشاد ہوا :-

عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ میں اپنے عذاب میں جسے چاہوں گا
وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ گھیر لوں گا - اگرچہ میری رحمت ہر چیز
فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ پر چھائی ہوئی ہے - مگر اس رحمت
یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ کو میں انہی لوگوں کے حق میں لکھوں گا
بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ جو مجھ سے ڈریں گے اور زکوٰۃ دیں گے
(الاعراف ۱۹) اور ہماری آیات پر ایمان لائیں گے

حضرت موسیٰ کی قوم چونکہ چھوٹے دل کی تھی اور روپے پر جان دیتی۔ جیسا کہ آج بھی یہودیوں کا حال آپ دیکھتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے جلیل القدر پیغمبر کی دعا کے جواب میں صاف فرما دیا کہ تمہاری امت اگر زکوٰۃ کی پابندی کرے گی۔ تب تو اس کے لئے میری رحمت کا وعدہ ہے ورنہ ابھی سے صاف سُن رکھو کہ وہ میری رحمت سے محروم ہو جائے گی اور میرا عذاب اُسے گھیر لے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے بعد بھی بار بار بنی اسرائیل کو اس بات پر تنبیہ کی جاتی رہی۔ بار بار اُن سے عہد لئے گئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی کریں (سورہ بقرہ۔ رکوع ۱۰) یہاں تک کہ آخیر میں صاف نوٹس دیدیا گیا کہ :-

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (المائدۃ ـ ۳)	یعنی اللہ نے فرما دیا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور جو رسول آئیں اُن کی مدد کرو اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو۔ تب تو میں تمہارے ساتھ ہوں (ورنہ تمہیں میری رحمت کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ سو ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ حکم دیا۔ جیسا کہ سورۂ مریم میں ہے:-

وَجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۔

اللہ نے مجھے برکت دی ہے۔ جہاں بھی میں رہوں اور مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں جب تک زندہ ہوں ⁂ (مریم - ۲)

اس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ دینِ اسلام ابتدا سے ہر نبی کے زمانے میں نماز اور زکوٰۃ کے دو بڑے ستونوں پر قائم ہوا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ خدا پر ایمان رکھنے والی کسی امّت کو بھی ان دو فرضوں سے معاف کیا گیا ہو ⁂

اب دیکھیے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں یہ دونوں فرض کس طرح ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کھولتے ہی سب سے پہلے جن آیات پر نظر پڑتی ہے۔ وہ کیا ہیں یہ کہ:-

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ

یہ قرآن ایسی کتاب ہے۔ جس میں کوئی بات شک کی نہیں ہے (یعنی علم ہی علم ہے)

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ (البقرۃ - ۱)

یہ پرہیزگاروں کو دنیا میں زندگی کا سیدھا راستہ بتاتا ہے اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

پھر فرمایا أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور ایسے ہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور فلاح ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے ۔ یعنی جن میں ایمان نہیں اور جو نماز اور زکوٰۃ کے پابند نہیں ۔ وہ نہ ہدایت پر ہیں اور نہ انہیں فلاح نصیب ہو سکتی ہے ۔

اس کے بعد اسی سورہ بقر کو پڑھتے جائیے ۔ چند صفحوں کے بعد پھر حکم ہوتا ہے :۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّكٰوۃَ نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دو۔ اور وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ ۔ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو) (البقرۃ - ۵)

پھر تھوڑی دُور آگے چل کر اسی سورہ میں ارشاد ہوا :۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ نیکی محض اس کا نام نہیں ہے ۔ کہ

قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَ مشرق یا مغرب کی طرف تم نے مُنہ کر لیا
لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ بلکہ نیکی اس شخص کی ہے جس نے اللہ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَ اور آخرت اور ملائکہ اور کتاب الٰہی
الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى اور پیغمبروں پر ایمان لایا اور اللہ کی محبت
الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى اور اپنے حاجتمند رشتہ داروں اور
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور
السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي سائلوں پر اپنا مال خرچ کیا اور لوگوں کو
الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ قرض یا غلامی یا اسیری سے اپنی گردنیں
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ چھڑانے میں مدد دی اور نماز کی پابندی کی
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ اور زکوٰۃ ادا کی۔ اور نیک وہ لوگ ہیں
وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ جو عہد کرنے کے بعد اپنے عہد کو پورا
الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ کریں اور مصیبت اور نقصان اور
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ جنگ کے موقعہ پر صبر کے ساتھ راہِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ حق پر ڈٹ جائیں۔ ایسے ہی لوگ
سچے مسلمان ہیں اور ایسے ہی لوگ متقی و پرہیزگار ہیں ؂

پھر آگے دیکھئے سورۂ مائدہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے :۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ مسلمانو! تمہارے حقیقی دوست اور

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

(المائدہ - ۸)

مددگار صرف اللہ اور رسول اور ایماندار لوگ ہیں یعنی ایسے لوگ جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا کے آگے جھکتے ہیں پس جو شخص اللہ اور رسول اور ایسے ایماندار لوگوں کو دوست بنائے۔ وہ اللہ کی پارٹی کا آدمی ہے اور اللہ کی پارٹی ہی غالب ہونے والی ہے۔

اس عظیم الشان آیت میں ایک بڑا قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تو اس آیت سے آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ اہل ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ان دو ارکان اسلام سے جو لوگ روگردانی کریں۔ انکا دعوائے ایمان ہی جھوٹا ہے پھر اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول اور اہل ایمان کی ایک پارٹی ہے اور ایماندار آدمی کا کام یہ ہے کہ سب سے الگ ہو کر اسی پارٹی میں شامل ہو جائے۔ جو مسلمان اس پارٹی سے باہر رہنے والے کسی شخص کو خواہ وہ باپ ہو۔ بھائی ہو۔ بیٹا ہو۔ ہمسایہ ہو۔ ہم وطن ہو یا کوئی بھی ہو۔ اگر وہ اس کو اپنا دوست بنائے گا اور اس سے محبت اور مددگاری کا تعلق رکھے گا تو

اُسے۔ اُمید نہ رکھنی چاہیئے کہ اللہ اس سے مددگاری کا تعلق رکھنا پسند فرمائے گا۔ سب سے آخر میں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کو دنیا میں غلبہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جب وہ یکسو ہو کر اللہ اور رسول اور صرف اہلِ ایمان ہی کو اپنا ولی، مددگار، دوست اور ساتھی بنائیں ⁂

اب آگے چلیئے۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے جنگ کا حکم دیا ہے اور مسلسل کئی رکوعوں تک جنگ ہی کے متعلق ہدایات دی ہیں اس سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (التوبۃ - ۲)

پھر اگر وہ کفر و شرک سے توبہ کریں، ایمان لے آئیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

یعنی محض کفر و شرک سے توبہ کرنا اور ایمان کا اقرار کر لینا کافی نہیں ہے اس بات کا ثبوت کہ وہ واقعی کفر و شرک سے تائب ہو گئے ہیں اور حقیقت میں ایمان لائے ہیں۔ صرف اسی طرح مِل سکتا ہے کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں۔ لہٰذا اگر وہ اپنے اس عمل سے اپنے ایمان کا ثبوت دے دیں۔ تب تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ورنہ ان کو بھائی نہ سمجھو اور ان سے جنگ بند نہ

کرو - پھر آگے چل کر اُسی سورہ میں فرمایا :-

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ مومن مرد اور مومن عورتیں ہی ایکدوسرے
بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ کے ولی اور مددگار ہیں اور ان مومن مردوں
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ اور عورتوں کے صفات یہ ہیں کہ وہ نیکی کا
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں
الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ زکوٰۃ دیتے ہیں اور خدا و رسول کی
يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اطاعت کرتے ہیں - ایسے ہی لوگوں
اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ پر اللہ رحمت فرمائے گا ۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص مسلمانوں کا دینی بھائی نہیں بن سکتا - جب تک کہ وہ اقرار ایمان کر کے عملاً نماز اور زکوٰۃ کی پابندی نہ کرے - ایمان، نماز اور زکوٰۃ یہ تینوں چیزیں مل کر ایمانداروں کی جماعت بناتی ہیں - جو لوگ اِن تینوں کے پابند ہیں - وہ اس پاک جماعت کے اندر ہیں اور انہی کے درمیان دوستی - محبت - رفاقت، مددگاری کا تعلق ہے اور جو ان کے پابند نہیں - وہ اس جماعت کے باہر ہیں - خواہ نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں - ان سے دوستی - محبت اور رفاقت کا تعلق رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ تم نے اللہ کے قانون کو توڑ دیا اور اللہ کی پارٹی کو منتشر کر دیا - پھر

تم دنیا میں غالب ہو کر رہنے کی اُمید نہیں کر سکتے ۔

اور آگے چلئے ۔ سورۂ حج میں ارشاد ہوتا ہے کہ :-

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ۝ (الحج - ۶)

اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اور اللہ زبردست قوت والا اور سب پر غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کو اگر ہم زمین پر حکومت بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے ۔ نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے اور سب چیزوں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے ۔

اس آیت میں مسلمانوں کو وہی نوٹس دیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا۔ ابھی آپ کو سنا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیا نوٹس دیا تھا ان سے صاف فرما دیا تھا کہ میں اسی وقت تک تمہارے ساتھ ہوں ۔ جب تک تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے پیغمبروں کے مشن میں ان کا ساتھ دو گے یعنی میرے قانون کو دنیا میں نافذ کرتے رہو گے ۔ جونہی تم نے اس کام کو چھوڑا پھر میں اپنا ہاتھ تمہاری مدد سے کھینچ لوں گا ۔ ٹھیک یہی

بات اللہ نے مسلمانوں سے کہی فرمائی ہے ۔ ان سے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر زمین میں طاقت حاصل کر کے تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے اور نیکیاں پھیلاؤ گے اور بدیوں کو مٹاؤ گے ۔ تب تو میں تمہا مددگار رہوں اور مجھ سے زیادہ طاقتور مددگار کوئی کہاں سے لا سکتا ہے ؟ میں جس کا مددگار رہوں ۔ اُسے کون دبا سکتا ہے ۔ لیکن اگر تم نے نماز اور زکوٰۃ سے مُنہ پھیرا ۔ اور زمین میں حکومت اور طاقت حاصل کر کے نیکیوں کے بجائے بدیاں پھیلائیں اور بدیوں کے بجائے نیکیوں کو مٹانا شروع کیا اور میرا کلمہ بلند کرنے کے بجائے اپنا کلمہ بلند کرنے لگے اور خراج وصول کر کے اپنے لئے زمین میں جنتیں بنانے ہی کو وراثت ارضی کا مقصود سمجھ لیا تو سن رکھو کہ میری مدد تمہارے ساتھ نہ ہو گی ۔ پھر شیطان ہی تمہارا مددگار رہ جائے گا ۔

اللہ اکبر! کتنا عبرت کا مقام ہے جو دھمکی بنی اسرائیل کو دی گئی تھی ۔ اس کو انہوں نے خالی خولی زبانی دھمکی سمجھا ۔ اور اس کے خلاف عمل کر کے اپنا انجام دیکھ لیا کہ آج روئے زمین پر مارے مارے پھر رہے ہیں ۔ جگہ جگہ سے نکالے جا رہے ہیں

اور کہیں ٹھکانا نہیں پاتے۔ کروڑہا کروڑ روپے کے کھتے ان کے پاس بھرے پڑے ہیں۔ دنیا کی سب سے زیادہ دولت مند قوم ہیں مگر یہ روپیہ اُن کے کسی کام نہیں آتا۔ نماز کے بجائے بدکاری اور زکوٰۃ کے بجائے سود خواری کا ملعون طریقہ اختیار کر کے انہوں نے خود بھی خدا کی لعنت اپنے اوپر مسلط کرالی اور اب اس لعنت کو لئے ہوئے طاعون کے چوہوں کی طرح دنیا بھر میں اسے پھیلاتے پھر رہے ہیں۔ پھر یہی دھمکی مسلمانوں کو دی گئی اور مسلمانوں نے اس کی کچھ پروا نہ کر کے نماز اور زکوٰۃ سے غفلت کی اور خدا کی بخشی ہوئی طاقت کو نیکیاں پھیلانے اور بدیوں کو مٹانے میں استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ حکومت کے تخت سے اتار کر پھینک دیئے گئے۔ دنیا بھر میں ظالموں کا تختہ مشق بن رہے ہیں اور روئے زمین میں ہر جگہ ضعیف اور مغلوب ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ کو چھوڑنے کا انجام بد تو دیکھ چکے۔ اب ان میں ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی ہے جو مسلمانوں کو بے حیائی، فحش اور بدکاری میں مبتلا کرنا چاہتی ہے اور ان سے کہہ رہی ہے کہ تمہارے افلاس کا علاج یہ ہے کہ بینک اور انشورنس کمپنیاں کھولو اور سود خواری شروع کر دو۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے یہ کیا۔ تو

وہی ذلت اور خواری اُن پر مسلط ہو کر رہے گی جس میں یہودی مبتلا ہیں۔ اور یہ بھی خدا کی اس لعنت میں گرفتار ہو جائیں گے جس نے بنی اسرائیل کو گھیر رکھا ہے ٭

آئندہ مضامین میں آپ کو بتاؤں گا کہ زکوٰۃ کیا چیز ہے کتنی بڑی طاقت اللہ نے اس چیز میں بھر دی ہے اور آج جس رحمت خداوندی کو مسلمان ایک مالی بوجھ سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں کتنی بڑی برکتیں رکھتی ہے۔ اس مضمون میں میرا مقصد آپ کو صرف یہ بتانا تھا کہ نماز اور زکوٰۃ کا اسلام میں درجہ کیا ہے۔ بہت سے مسلمان سمجھتے ہیں کہ نماز نہ پڑھ کر اور زکوٰۃ نہ دے کر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں۔ مگر قرآن اس کی صاف الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے کلمۂ طیبہ کا اقرار ہی بے معنی ہے اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کو کافر سمجھ کر ان کے خلاف تلوار اُٹھائی تھی جیسا کہ میں پہلے آپ سے بیان کر چکا ہوں۔ صحابۂ کرام کو ابتداء میں شبہ تھا کہ آیا وہ مسلمان جو خدا اور رسول کا اقرار کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے ان لوگوں کے زمرہ میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ جن پر

... نے کا حکم ہے۔ مگر جب حضرت ابوبکرؓ کو اللہ نے مقدم
... کے قریب درجہ عطا فرمایا تھا - اپنی بات پر اڑ گئے - اور
... سے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ
... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیا کرتے تھے۔
... کی ایک رسی بھی روکیں گے تو میں اُن پر تلوار
... والوں گا۔ تو بالآخر تمام صحابہ کے دلوں کو اللہ نے حق کے لئے
... سب نے بات تسلیم کر لی کہ زکوٰۃ سے انکار کرنے
والے ... کرنا چاہیے۔ قرآن مجید تو صاف کہتا ہے کہ زکوٰۃ
... شرک ... کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں۔ وویل
للمشرکین الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وہم بالآخرۃ هم
کافرون (حم سجدہ - ۱)
... مشرکوں کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اور
آخرت ... منکر ہیں

زکوٰۃ کی حقیقت

پچھلے مضمون میں بیان کر چکا ہوں کہ نماز کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن زکوٰۃ ہے اور یہ اتنی بڑی چیز ہے کہ جس طرح نماز سے انکار کرنے والے کو کافر ٹھیرایا گیا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کو بھی صریح کافر ٹھیرایا گیا ہے۔ بلکہ اُن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق جہاد کیا ہے۔ اب میں زکوٰۃ کی حقیقت بیان کروں گا۔ تاکہ آپ لوگ سمجھیں کہ یہ زکوٰۃ دراصل ہے کیا چیز اور اسلام میں اس کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے۔

آپ میں سے بعض لوگ تو ایسے سیدھے سادھے ہیں جو ہر کس و ناکس کو دوست بنا لیتے ہیں اور کبھی دوست بناتے وقت غور نہیں کرتے کہ وہ واقعی میں دوست بنانے کے قابل ہے یا نہیں۔ ایسے لوگ دوستی میں اکثر دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اور

بعد میں ان کو بڑی مایوسیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن جو عقلمند لوگ ہیں۔ وہ جن لوگوں سے ملتے ہیں۔ اُن کو خوب پرکھ کر ہر طریقہ سے جانچ پڑتال کر کے دیکھتے ہیں۔ پھر جو کوئی اُن میں سے سچا۔ مخلص وفادار آدمی ملتا ہے۔ صرف اسی کو دوست بناتے ہیں اور باقی آدمیوں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں ؛

اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر حکیم و دانا ہے۔ اس سے یہ امید کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کو اپنا دوست بنا لے گا۔ اپنی پارٹی میں شامل کرے گا اور اپنے دربار میں عزت اور قربت کی جگہ دے گا۔ جب انسانوں کی دانائی و عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بغیر جانچے اور پرکھے کسی کو دوست نہیں بناتے تو اللہ جو ساری دانائیوں اور حکمتوں کا سرچشمہ ہے اس کے لئے کیونکر ممکن ہے کہ جانچنے اور پرکھنے کے بغیر ہر ایک کو اپنی دوستی کا مرتبہ بخشے۔ یہ کروڑوں انسان جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں ہر قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں۔ اچھے اور برے سب کے سب اس قابل نہیں ہو سکتے کہ اللہ کی اس پارٹی۔ اس حزب اللہ میں شامل کر لئے جائیں۔ جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنی خلافت کا مرتبہ اور آخرت میں تقرب کا مقام عطا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ نے

حکمت کے ساتھ چند امتحان، چند آزمائشیں، چند معیار جانچنے اور
پرکھنے کے لئے مقرر کر دیئے ہیں کہ انسانوں میں سے جو کوئی ان پر
پورا اترے وہ اللہ کی پارٹی میں آجائے اور جو ان پر پورا نہ
اترے وہ خود بخود اس پارٹی سے الگ ہو کر رہ جائے اور وہ
خود بھی جان لے کہ میں اس پارٹی میں شامل ہونے کے قابل نہیں ہوں
یہ معیار رکھا ہیں؟ اللہ تعالیٰ چونکہ حکیم و دانا ہے۔ اس لیے
سب سے پہلا امتحان وہ آدمی کی حکمت و دانائی ہی کا لیتا ہے یہ
دیکھتا ہے کہ اس میں سمجھ بوجھ بھی ہے یا نہیں؟ نرا احمق تو نہیں
ہے؟ اس لئے کہ جاہل اور بیوقوف کبھی دانا اور حکیم کا دوست
نہیں بن سکتا۔ جو شخص اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر پہچان لے
کہ یہی میرا مالک اور خالق ہے۔ اور اس کے سوا کوئی معبود،
کوئی پروردگار۔ کوئی دعائیں سننے اور مدد کرنے والا نہیں ہے۔ اللہ
کے کلام کو سنکر جان لے کہ یہ میرے مالک ہی کا کلام ہے اور کسی کا کلام نہیں ہو سکتا
اور جو شخص سچے نبی اور جھوٹے مدعیوں کی زندگی۔ ان کے اخلاق
ان کے معاملات۔ ان کی تعلیمات۔ ان کے کارناموں کے فرق
کو ٹھیک سمجھے اور پہچان جائے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے
والوں میں سے فلاں ذاتِ پاک حقیقت میں خدا کی طرف سے ہدایت

بخشنے کے لئے آتی ہے اور فلاں دجّال ہے دھوکہ دینے والا ہے
ایسا شخص دانائی کے امتحان میں پاس ہو جاتا ہے اور اس کو
انسانوں کی بھیڑ بھاڑ کو الگ کر کے اللہ تعالیٰ اپنی پارٹی کے
منتخب امیدواروں میں شامل کر لیتا ہے۔ باقی لوگ جو پہلے ہی امتحان
میں فیل ہو جاتے ہیں۔ انکو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جدھر چاہیں بھٹکتے پھریں
اس پہلے امتحان میں جو اُمیدوار کامیاب ہو جاتے ہیں انہیں
پھر دوسرے امتحان میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ اس دوسرے امتحان
میں آدمی کی عقل کے ساتھ اس کی اخلاقی طاقت کو بھی پرکھا جاتا
ہے۔ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس آدمی میں سچائی اور نیکی کو جان کر اُسے
قبول کر لینے اور اس پر عمل کرنے کی اور جھوٹ اور بدی کو جانکر
چھوڑ دینے کی طاقت بھی ہے یا نہیں؟ یہ اپنے نفس کی خواہشات
کا۔ باپ دادا کی تقلید کا۔ خاندانی رسموں کا۔ دنیا کے عام خیالات
اور طور طریقوں کا غلام تو نہیں ہے؟ اس میں یہ کمزوری تو نہیں
ہے کہ ایک چیز کو خدا کی ہدایت کے خلاف پاتا ہے اور جانتا ہے
کہ وہ بُری ہے۔ مگر اسی کے چکّر میں پڑا رہتا ہے اور دوسری
چیز کو جانتا ہے کہ خدا کے نزدیک وہ حق اور پسندیدہ ہے مگر
اُسے اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا؟ اس امتحان میں

جو لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔ انہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی پارٹی میں لینے سے انکار کر دیتا ہے اور صرف اُن لوگوں کو چنتا ہے۔ جن کی تعریف یہ ہے کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا۔

یعنی خدا کی ہدایت کے خلاف جو راستہ اور طریقہ ہو۔ اُسے وہ جرأت کے ساتھ چھوڑ دیں۔ کسی چیز کی پروا نہ کریں۔ اور صرف اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے لئے تیار ہو جائیں خواہ اس میں کوئی ناراض ہو یا خوش ؏

اس امتحان میں جو لوگ کامیاب نکلتے ہیں۔ ان کو پھر تیسرے درجے کا امتحان دینا پڑتا ہے۔ اس درجے میں اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان ہے۔ یہاں حکم دیا جاتا ہے کہ جب ہماری طرف سے ڈیوٹی کی پکار بلند ہو تو اپنی نیند قربان کرو اور حاضر ہو۔ اپنے کام کاج کا ہرج کرو اور آؤ۔ اپنی دلچسپیوں کو۔ اپنے فائدوں کو، اپنے لطف اور تفریح کو چھوڑو اور آکر فرض بجا لاؤ۔ گرمی ہو۔ برسات ہو۔ جاڑا ہو۔ کچھ ہو۔ بہرحال جب فرض کے لئے پکارا جائے تو ہر مشقت قبول کرو اور دوڑے ہوئے آؤ۔ پھر جب حکم دیں کہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہو۔ اور

اپنے نفس کی خواہشات کو روکو۔ تو اس حکم کی پوری پوری تعمیل تمہیں کرنی چاہیئے۔ خواہ بھوک پیاس کی کیسی ہی تکلیف ہو۔ اور چاہے لطیف کھانوں اور مزے دار شربتوں کے ڈھیر ہی تمہارے سامنے کیوں نہ لگے ہوئے ہوں۔ جو لوگ اس امتحان میں کچے نکلتے ہیں۔ اُن سے بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ تم ہمارے کام کے نہیں ہو انتخاب صرف ان لوگوں کا ہوتا ہے جو اس تیسرے امتحان میں بھی پکے ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ صرف انہی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ خدا کی طرف سے جو قوانین اُن کے لئے بنائے جائیں گے اور جو ہدایات ان کو دی جائیں گی۔ وہ خفیہ اور علانیہ۔ فائدے اور نقصان۔ راحت اور تکلیف۔ ہر حال میں ان کی پابندی کرسکیں گے ؁

اس کے بعد چوتھا امتحان مال کی قربانی کا لیا جاتا ہے تیسرے امتحان کے کامیاب اُمیدوار ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ خدا کی ملازمت میں باقاعدہ لے لئے جائیں۔ ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ کہیں وہ چھوٹے دِل کے۔ پست ہمّت۔ کم حوصلہ۔ تنگ ظرف تو نہیں ہیں؟ ان لوگوں میں سے تو نہیں ہیں جو محبت اور دوستی کے دعوے تو بہت لمبے چوڑے کرتے ہیں۔ مگر اپنے محبوب

اور دوست کی خاطر ربّ کرہ سے کچھ خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو کہتے ہیں کہ "گر زرطلبی سخن دریں است"؟ ان کا حال اس شخص کا سا تو نہیں ہے جو: ہاں سے ماتاجی ماتاجی کہتا ہے اور ماتاجی کی خاطر دنیا بھر سے جھگڑ بھی لیتا ہے۔ مگر جب وہی ماتاجی اس کے غلّے کی ٹوکری یا سبزی کے ڈھیر پر مُنہ مارتی ہے تو لٹھ لے کر اُن کے پیچھے دوڑتا ہے اور مار مار کر اُن کی کھال اُڑا دیتا ہے۔ ایسے خود غرض، زر پرست، تنگدل آدمی کو تو معمولی درجہ کا عقلمند انسان بھی دوست نہیں بناتا اور ایک بڑے دل والا انسان اس قسم کے ذلیل آدمی کو اپنے پاس جگہ دینا بھی پسند نہیں کرتا۔ پھر بھلا وہ بزرگ اور برتر خدا جو اپنے خزانے ہر آن اپنی بے حد و حساب مخلوق پر بے حد و حساب طریقہ پر لُٹا رہا ہے ایسے شخص کو کب اپنی دوستی کے قابل سمجھ سکتا ہے جو خدا کے دیئے ہوئے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بھی جی چرا تا ہو؟ اور وہ خدا جس کی دانائی و حکمت سب سے بڑھ کر ہے کس طرح اس انسان کو اپنی پارٹی میں شامل کر سکتا ہے جس کی دوستی و محبّت فقط زبانی جمع خرچ تک ہو اور جس پر کبھی بھروسہ نہ کیا جا سکتا ہو؟ پس جو لوگ اس چوتھے امتحان میں فیل ہو جاتے

ہیں۔ اُن کو بھی صاف جواب دے دیا جاتا ہے کہ جاؤ تمہارے
لئے اللہ کی پارٹی میں جگہ نہیں ہے۔ تم بھی ناکارہ ہو اور تم اس
عظیم الشان خدمت کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں ہو جو خلیفہ الٰہی
کے سپرد کی جاتی ہے۔ اس پارٹی میں صرف وہ لوگ شامل کئے جا سکتے
ہیں۔ جو اللہ کی محبت پر جان، مال، اولاد، خاندان، وطن، ہر چیز
کی محبت [illegible]

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (آل عمران ــ ۱۰۰)	تم نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیزیں خدا کی راہ میں قربان نہ کرو۔ جن سے تم کو محبت ہے۔

اس پارٹی میں تنگ دلوں کے لئے جگہ نہیں ہے۔ اِس میں تو صرف وہی لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔ جن کے دِل بڑے ہیں:۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (التغابن ۲)	جو لوگ دل کی تنگی سے بچ گئے۔ وہی فلاح پانے والے ہیں ❊

یہاں تو ان فراخ حوصلہ لوگوں کی ضرورت ہے کہ اگر کسی شخص نے اُن کے ساتھ دشمنی بھی کی ہو۔ اُن کو نقصان اور رنج بھی پہنچایا ہو۔ اُن کے دِل کے ٹکڑے بھی اڑا دیئے ہوں۔ تب

بھی وہ خدا کی خاطر اس کے پیٹ کو روٹی اور اس کے تن کو کپڑا دینے سے انکار نہ کریں اور اس کی مصیبت کے وقت میں اس کی مدد سے دریغ نہ کریں ٭

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ
مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا
أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ
وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا
تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ٭

تم میں سے جو بڑے اور صاحب مقدرت لوگ ہیں۔ وہ اپنے عزیزوں اور مساکین اور خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کے کسی قصور پر بگڑ کر ان کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچ لیں بلکہ چاہیئے کہ ان کو معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخشے، حالانکہ اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یہاں اُن عالی ظرف لوگوں کی ضرورت ہے جو:

؎ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے ایک عزیز نے آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے میں حصہ لیا تھا۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے اس ناروا حرکت سے ناراض ہو کر اس کی مالی امداد بند کر دی تھی۔

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ (دہر ۱)

محض خدا کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم صرف خدا کے لئے تم کو کھلا رہے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔

یہاں ان پاک دل والوں کی ضرورت ہے جو خدا کی دی ہوئی دولت میں سے خدا کی راہ میں بہتر سے بہتر مال چھانٹ کر دیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (البقرۃ - ۳۷)

اے ایمان والو! تم نے جو مال کمائے ہیں اور جو رزق تمہارے لئے ہم نے زمین سے نکالا ہے۔ اس میں سے اچھا مال راہ خدا میں صرف کرو۔ برے سے برا چھانٹ کر نہ دو۔

یہاں ان بڑی ہمت والوں کی ضرورت ہے جو تنگدستی اور غربت و افلاس کی حالت میں بھی اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کے دین کی خدمت اور خدا کے بندوں کی مدد میں روپیہ صرف کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ — اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنت

رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ۔

(آل عمران - ۱۴)

کی طرف لپکو۔ جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے اور جو تیار کرکے رکھی گئی ہے۔ اُن پرہیزگار لوگوں کے لئے جو خوش حالی اور تنگ حالی دونوں حالتوں میں خدا کے لئے خرچ کرتے ہیں ؛

یہاں اُن ایمانداروں کی ضرورت ہے جو سچے دِل سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کیا جائیگا۔ وہ ضائع نہ ہوگا۔ بلکہ خدا دنیا اور آخرت میں اس کا بہترین بدل عطا فرمائے گا۔ اس لئے وہ محض خدا کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اِس بات کی پروا نہیں کرتے کہ لوگوں کو ان کی فیاضی و سخاوت کا حال معلوم ہوا یا نہیں اور کسی نے ان کی بخشش کا شکریہ ادا کیا یا نہیں :-

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ

تم جو کچھ بھی راہِ حق میں خرچ کروگے وہ تمہارے ہی لئے بھلائی ہے جبکہ تم اپنے اس خرچ میں خدا کے سوا کسی اور کی خوشنودی نہیں چاہتے

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۔ اس طرح جو کچھ بھی تم کار خیر میں (البقرة - ۳۷) صرف کرو گے۔ اس کا پورا پورا نتیجہ تم کو ملے گا اور تمہارے ساتھ ذرہ برابر ظلم نہ ہو گا ۔

یہاں اُن بہادروں کی ضرورت ہے جو دولتمندی اور خوشحالی میں بھی خدا کو نہیں بھولتے ۔ جن کو محلوں میں بیٹھ کر اور نازونعمت میں رہ کر بھی خدا یاد رہتا ہے ۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

اے ایمان والو! مال اور اولاد کی محبت تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کر دے ۔ جو ایسا کرے گا ۔ وہ خود ہی ٹوٹے میں رہنے والا ہے

(المنافقون ۲)

یہ اللہ کی پارٹی میں شامل ہونے والوں کی لازمی صفات ہیں ان کے بغیر کوئی شخص خدا کے دوستوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ انسان کے اخلاق ہی کا نہیں بلکہ اس کے ایمان کا بہت کڑا اور سخت امتحان ہے ۔ جو شخص خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہے اس خرچ کو اپنے اُوپر چٹی اور جرمانہ سمجھتا ہے حیلوں اور بہانوں سے بچاؤ کی صورتیں نکالتا ہے اور اگر خرچ

کرتا ہے تو اپنی دلی تکلیف کا بخار لوگوں پر احسان کر کے نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ اس کی سخاوت کا دُنیا میں اشتہار دیا جائے ۔ وہ در اصل خدا اور آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا ۔ وہ سمجھتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ گیا ۔ وہ ضائع ہو گیا ۔ اس کو اپنا عیش اپنا آرام اپنی لذتیں اپنے فائدے اور اپنی ناموری خدا سے اور اس کی خوشنودی سے زیادہ عزیز ہوتی ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے ۔ بس دنیا کی زندگی ہے اگر روپیہ صرف کیا جائے تو اسی دنیا میں ناموری اور شہرت ہونی چاہیئے تاکہ اس روپے کی قیمت یہیں وصول ہو جائے ۔ ورنہ اگر روپیہ بھی گیا اور کسی کو یہ معلوم بھی نہ ہوا ۔ کہ فلاں صاحب نے فلاں کارِ خیر میں اتنا روپیہ صرف کیا ہے تو گویا سب مٹی میں مِل گیا ۔ قرآن مجید میں صاف فرما دیا گیا ہے کہ اس قسم کا آدمی خدا کے کسی کام کا نہیں ۔ وہ اگر ایمان کا دعوٰی کرتا ہے تو منافق ہے ۔ چنانچہ آیات ذیل ملاحظہ ہوں ۔

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا	اے ایمان والو ۔ اپنی خیرات کو
صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی	احسان رکھ کر اور اذیت پہنچا کر

كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (البقرۃ - ۳۶)

ضائع نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو محض لوگوں کو دکھانے اور نام چاہنے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ٭

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (التوبۃ - ۵)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرکر کے رکھتے ہیں اور اُسے اپنے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ انہیں سخت سزا کی بشارت دے دو ٭

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ (التوبۃ - ۷)

اے نبی جو لوگ اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ تو کبھی نہ چاہیں گے کہ انہیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے سے معاف رکھا جائے۔ اللہ اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے۔ معذرت صرف وہ لوگ طلب کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ جن کے دلوں میں شک

ہے اور اپنے شک ہی میں متردد
ہو رہے ہیں ٭

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ
نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا
بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهٖ وَلَا يَأْتُونَ
الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى
وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ
كٰرِهُونَ ۝ (التوبة - ٧)

راہِ خدا میں اُن کے خرچ کیے
ہوئے مال صرف اس لیے قبول نہیں
کیے جا سکتے کہ وہ اللہ اور
رسول پر ایمان نہیں لائے۔ نماز
کو آتے ہیں تو ڈھیلے پڑے ہوئے ناخواستہ ہو کر
اور مال خرچ کرتے ہیں تو ناگواری سے
بادلِ ناخواستہ

اَلْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ
بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ
بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ
وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا
اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنٰفِقِينَ
هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (التوبة - ٩)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب
ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں
وہ بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے
منع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں
مال خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں
وہ خدا کو بھول گئے اور خدا نے انکو
بھلا دیا۔ یقیناً یہی منافقین فاسق

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ

ہیں اور ان اعراب یعنی منافقین

میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو
راہ خدا میں خرچ کرتے بھی ہیں تو
بڑی سستی کی چھینٹ بہہ کر ۞
سن رکھو! تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو
راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے کہا
جاتا ہے تو تم سے بہت لوگ بخل
اپنے ہیں اور جو کوئی اس کام میں
بخل کرتا ہے - وہ خود اپنے ہی لئے
بخل کرتا ہے۔ اللہ تو غنی ہے تم ہی
اس کے محتاج ہو - اگر تم نے خدا
کے کام میں خرچ کرنے سے منہ موڑا
[illegible] قوم لے آئیگا اور وہ تم جیسے نہ ہونگے ۞

... مَغْرَمًا — توبة ۱۲
... تُدْعَوْنَ
... سَبِيلِ اللهِ فَمِنْكُمْ
... يَبْخَلْ فَإِنَّمَا
... وَاللهُ الْغَنِيُّ
... الْفُقَرَاءُ وَإِنْ
... قَوْمًا
... لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ
محمد ...

[illegible] زکوٰۃ کی حقیقت جو دین اسلام کا ایک رکن
[illegible] کی سلطنتوں کے ٹیکسوں کی طرح محض ایک ٹیکس
[illegible] اسلام کی روح اور اس کی جان ہے - یہ
[illegible] کا امتحان ہے - جس طرح درجہ بدرجہ امتحانات
[illegible] ترقی کرتا ہے - یہاں تک کہ آخری امتحان دے کر

گر بچہ بیٹ بنتا ہے۔ اسی طرح خدا کے ہاں کچھ امتحان ہیں جن سے آدمی کو گذرنا پڑتا ہے اور جب وہ پہلا امتحان یعنی مال کی قربانی کا امتحان کامیابی کے ساتھ دے دیتا ہے تب وہ پورا مسلمان بنتا ہے۔ اگرچہ یہ آخری امتحان نہیں ہے اس کے بعد سب سے زیادہ سخت امتحان جان کی قربانی کا آتا ہے۔ جسے میں آگے چل کر بیان کرونگا۔ لیکن اسلام کے نظام میں یا بالفاظِ دیگر اللہ کی پارٹی میں آنے کے لیے دو تین سے یہ امتحانات مقرر کیئے گئے ہیں۔ ان میں یہ آخری امتحان ہے۔ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ خرچ کرنے اور دینے کے بہانے کے وعظ تو مسلمانوں کو بہت سنا چکے ہیں۔ اب اس زمانہ میں افلاس کی حالت میں تو ان کو کمانے اور جمع کرنے کے طریقے بتانے چاہیے مگر انہیں معلوم نہیں کہ یہ چیز جس پر وہ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ در اصل یہی اسلام کی روح ہے اور مسلمانوں کو جس چیز نے پستی و ذلت کے گڑھے میں گرایا ہے۔ وہ دراصل اسی روح کی کمی ہے۔ مسلمان اس لئے نہیں گرے کہ اس روح نے انہیں گرا دیا۔ بلکہ اس لئے گرے ہیں کہ یہ روح ان سے نکل گئی ہے۔

اجتماعی زندگی میں زکوٰۃ کا مقام

قرآن مجید میں زکوٰۃ اور صدقات کے لئے جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی "خدا کی راہ میں خرچ کرنا" بعض بعض مقامات پر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ تم راہِ خدا میں صرف کرتے ہو۔ یہ اللہ کے ذمہ قرضِ حسنہ ہے۔ گویا تم اللہ کو قرضہ دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارا قرضدار ہو جاتا ہے۔ بعض مقامات پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم دو گے۔ اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے اور وہ نہ صرف اتنا ہی تم کو واپس کرے گا۔ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ دیگا اس مضمون پر غور کیجئے کیا زمین و آسمان کا مالک، نعوذ باللہ آپ کا محتاج ہے؟ کیا اس ذاتِ پاک کو آپ سے قرض لینے کی ضرورت ہے؟ کیا وہ بادشاہوں کا بادشاہ۔ وہ بے حد وحساب خزانوں کا مالک اپنے لئے آپ سے کچھ مانگتا ہے؟

معاذ اللہ - معاذ اللہ - اِسی کی بخشش پر تو آپ پل رہے ہیں۔
اِسی کا دیا ہوا رزق تو آپ کھاتے ہیں - ہر امیر اور غریب
کے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا تو عطیہ ہے - ایک فقیر سے لیکر
ایک کروڑ پتی اور ارب پتی تک ہر شخص اس کے کرم کا محتاج
ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں - اس کو کیا ضرورت ہے کہ آپ
سے قرض مانگے اور اپنی ذات کے لئے آپ کے آگے ہاتھ پھیلائے
دراصل یہ بھی اس کی شانِ کریمی ہے کہ وہ آپ سے خود آپ ہی
کے فائدے کے لئے - آپ ہی کی بھلائی کے لئے، آپ ہی کے کام
میں خرچ کرنے کو فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ خرچ میری راہ میں
ہے - مجھ پر قرض ہے - میرے ذمہ اس کا بدلہ ہے اور میں تمہارا
احسان مانتا ہوں - تم اپنی قوم کے محتاجوں اور مسکینوں کو
دو - اس کا بدلہ وہ کہاں سے دیں گے - ان کی طرف سے میں
دونگا - تم اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کرو - انکا احسان
ان پر نہیں - مجھ پر ہے - میں تمہارے اس احسان کو اتارونگا۔
تم اپنے پریشان حال بھائیوں کو قرض دو اور ان
سے سود نہ مانگو - ان کو تنگ نہ کرو اگر وہ ادا کرنے کے
قابل نہ ہوں تو ان کو سوال جیل نہ بھیجو - ان کے کپڑے اور

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (الدھر - ۱)

محض خدا کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم صرف خدا کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے ۔

یہاں ان پاک دل والوں کی ضرورت ہے جو خدا کی دی ہوئی دولت میں سے خدا کی راہ میں بہتر سے بہتر مال چھانٹ کر دیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ (البقرۃ - ۳۷)

اے ایمان والو! تم نے جو مال کمائے ہیں اور جو رزق تمہارے لئے ہم نے زمین سے نکالا ہے۔ اس میں سے اچھا مال راہِ خدا میں صرف کرو۔ بُرے سے بُرا چھانٹ کر نہ دو ۔

یہاں اُن بڑی ہمت والوں کی ضرورت ہے جو تنگدستی اور غربت و افلاس کی حالت میں بھی اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کے دین کی خدمت، اور خدا کے بندوں کی مدد میں روپیہ صرف کرنے سے دریغ نہیں کرتے ۔

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ

اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنّت

رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ۔
(آل عمران - ۱۴)

کی طرف لپکو جس کی وسعت زمین وآسمان کے برابر ہے اور جو تیار کرکے رکھی گئی ہے - اُن پرہیزگار لوگوں کے لئے جو خوش حالی اور تنگ حالی دونوں حالتوں میں خدا کے لئے خرچ کرتے ہیں :-

یہاں اُن ایمانداروں کی ضرورت ہے جو سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کیا جائیگا - وہ ضائع نہ ہوگا - بلکہ خدا دنیا اور آخرت میں اس کا بہترین بدل عطا فرمائے گا - اس لئے وہ محض خدا کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں - اِس بات کی پروا نہیں کرتے کہ لوگوں کو ان کی فیاضی وسخاوت کا حال معلوم ہوا یا نہیں اور کسی نے ان کی بخشش کا شکریہ ادا کیا یا نہیں :-

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ

تم جو کچھ بھی راہِ حق میں خرچ کروگے وہ تمہارے ہی لئے بھلائی ہے جبکہ تم اپنے اس خرچ میں خدا کے سوا کسی اور کی خوشنودی نہیں چاہتے

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ - (البقرۃ - ۳۷) اس طرح جو کچھ بھی تم کارِ خیر میں صرف کرو گے - اس کا پورا پورا بدلہ تم کو ملے گا اور تمہارے ساتھ ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا ؂

یہاں اُن بہادروں کی ضرورت ہے جو دولتمندی اور خوشحالی میں بھی خدا کو نہیں بھولتے - جن کو محلوں میں بیٹھ کر اور نازونعمت میں رہ کر بھی خدا یاد رہتا ہے ؂

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنٰفقون ۲) اے ایمان والو! مال اور اولاد کی محبت تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کر دے - جو ایسا کرے گا - وہ خود ہی ٹوٹے میں رہنے والا ہے

یہ اللہ کی پارٹی میں شامل ہونے والوں کی لازمی صفات ہیں ان کے بغیر کوئی شخص خدا کے دوستوں میں شامل نہیں ہو سکتا - دراصل یہ انسان کے اخلاق ہی کا نہیں بلکہ اس کے ایمان کا بہت کڑا اور سخت امتحان ہے جو شخص خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہے اس خرچ کو اپنے اوپر چٹی اور جرمانہ سمجھتا ہے حیلوں اور بہانوں سے بچاؤ کی صورتیں نکالتا ہے اور اگر خرچ

کرتا ہے تو اپنی دلی تکلیف کا بخار لوگوں پر احسان کرکے نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ اس کی سخاوت کا دُنیا میں اشتہار دیا جائے ۔ وہ در اصل خدا اور آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا ۔ وہ سمجھتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ گیا ۔ وہ ضائع ہو گیا ۔ اس کو اپنا عیش اپنا آرام اپنی لذتیں اپنے فائدے اور اپنی ناموری خدا سے اور اس کی خوشنودی سے زیادہ عزیز ہوتی ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے ۔ بس دنیا کی زندگی ہے اگر روپیہ صرف کیا جائے تو اسی دنیا میں ناموری اور شہرت ہونی چاہیئے تاکہ اس روپے کی قیمت یہیں وصول ہو جائے ۔ ورنہ اگر روپیہ بھی گیا اور کسی کو یہ معلوم بھی نہ ہوا ۔ کہ فلاں صاحب نے فلاں کارِ خیر میں اتنا روپیہ صرف کیا ہے تو گویا سب مٹی میں مل گیا ۔ قرآن مجید میں صاف فرما دیا گیا ہے کہ اس قسم کا آدمی خدا کے کسی کام کا نہیں ۔ وہ اگر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو منافق ہے ۔ چنانچہ آیات ذیل ملاحظہ ہوں ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا	اے ایمان والو ۔ اپنی خیرات کو
صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ	احسان رکھ کر اور اذیت پہنچا کر

كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

(البقرة - ۳۶)

ضائع نہ کرو۔ اس شخص کی طرح جو محض لوگوں کو دکھانے اور نام چاہنے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيمٍ ۝ (توبہ - ۵)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور اُسے اپنے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ۔ انہیں سخت سزا کی بشارت دے دو ۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝

(توبہ - ۷)

اے نبی جو لوگ اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں ۔ وہ تو کبھی نہ چاہیں گے کہ انہیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے سے معاف کیا جائے ۔ اللہ اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ۔ معذرت صرف وہ لوگ طلب کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ۔ جن کے دلوں میں شک

ہے اور اپنے شک ہی میں متردد ہوتے ہیں ⁂

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ (التوبة - ۷)

راہِ خدا میں اُن کے خرچ کئے ہوئے مال صرف اس لئے قبول نہیں کئے جا سکتے کہ وہ اللہ اور رسول پر ایمان نہیں لائے۔ نماز کو آتے ہیں تو دل برداشتہ ہو کر اور مال خرچ کرتے ہیں تو ناک بھوں چڑھا کر

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (التوبة - ۹)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں وہ بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں وہ خدا کو بھول گئے اور خدا نے انکو بھلا دیا۔ یقیناً یہی منافقین فاسق ہیں

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ

اور ان اعراب یعنی منافقین

[illegible] میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو
سورۃ [illegible] ۱۲ راہ خدا میں خرچ کرتے بھی ہیں تو
زبردستی کی چٹی سمجھ کر۔

[illegible] تُدْعَوْنَ سن رکھو! تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو
[illegible] فَمِنْكُمْ راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے کہا
[illegible] يَبْخَلْ [illegible] جاتا ہے تو تم سے بہت لوگ بخل
[illegible] وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ کرتے ہیں اور جو کوئی اس کام میں
[illegible] بخل کرتا ہے۔ وہ خود اپنے ہی لئے
[illegible] قَوْمًا بخل کرتا ہے۔ اللہ تو غنی ہے تم ہی
[illegible] اس کے محتاج ہو۔ اگر تم نے خدا
[illegible] کے کام میں خرچ کرنے سے منہ موڑا
[illegible] تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئیگا اور وہ تم جیسے نہ ہونگے۔

[illegible] زکوٰۃ کی حقیقت جو دین اسلام کا ایک رکن
[illegible] ہے ٹیکسوں کی طرح محض ایک ٹیکس
[illegible] اسلام کی روح اور اس کی جان ہے۔ یہ
[illegible] ان کا امتحان ہے۔ جس طرح درجہ بدرجہ امتحانات
[illegible] کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آخری امتحان دے کر

گر بچہ بیٹ بنتا ہے - اسی طرح خدا کے ہاں بھی کئی امتحان ہیں
جن سے آدمی کو گذرنا پڑتا ہے اور جب وہ چوتھا امتحان یعنی
مال کی قربانی کا امتحان کامیابی کے ساتھ دے دیتا ہے تب
وہ پورا مسلمان بنتا ہے - اگرچہ یہ آخری امتحان نہیں ہے
اس کے بعد سب سے زیادہ سخت امتحان جان کی قربانی کا آتا
ہے - جسے میں آگے چل کر بیان کرونگا - لیکن اسلام کے کم سے کم درجہ
میں یا بالفاظِ دیگر اللہ کی پارٹی میں آنے کے لئے یہی چار
امتحانات مقرر کئے گئے ہیں - ان میں یہ آخری امتحان ہے - آج
کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ خرچ کرنے اور روپیہ بہانے کے وعظ
تو مسلمانوں کو بہت سنا چکے ہیں - اب تو ہماری قوم کی افلاس
کی حالت میں تو ان کو کمانے اور جمع کرنے کے وعظ سنانے چاہئیں
مگر انہیں معلوم نہیں کہ یہ چیز جس پر وہ ناک بھوں چڑھا رہے
ہیں - دراصل یہی اسلام کی روح ہے اور مسلمانوں کو جس
چیز نے پستی و ذلت کے گڑھے میں گرایا ہے - وہ دراصل اسی
روح کی کمی ہے - مسلمان اس لئے نہیں گرے کہ ان کو دشمن
نے انہیں گرا دیا - بلکہ اس لئے گرے ہیں کہ یہ روح ان میں سے
نکل گئی ہے ۔

اجتماعی زندگی میں زکوٰۃ کا مقام

قرآن مجید میں زکوٰۃ اور صدقات کے لئے جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی "خدا کی راہ میں خرچ کرنا" بعض بعض مقامات پر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ تم راہِ خدا میں صرف کرتے ہو۔ یہ اللہ کے ذمہ قرضِ حسنہ ہے۔ گویا تم اللہ کو قرض دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارا قرضدار ہو جاتا ہے۔ اکثر مقامات پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ تم دو گے۔ اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے اور وہ نہ صرف ہی تم کو واپس کرے گا۔ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ دے گا اس مضمون پر غور کیجئے کیا زمین و آسمان کا مالک، نعوذ باللہ آپ کا محتاج ہے؟ کیا اس ذاتِ پاک کو آپ سے قرض لینے کی ضرورت ہے؟ کیا وہ بادشاہوں کا بادشاہ۔ وہ بے حد وحساب خزانوں کا مالک اپنے لئے آپ سے کچھ مانگتا ہے؟

معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔ اسی کی بخشش پر تو آپ پل رہے ہیں۔
اسی کا دیا ہوا رزق تو آپ کھاتے ہیں۔ ہر امیر اور غریب
کے پاس جو کچھ ہے۔ سب اسی کا تو عطیہ ہے۔ ایک فقیر سے لیکر
ایک کروڑ پتی اور ارب پتی تک ہر شخص اس کے کرم کا محتاج
ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کو کیا ضرورت ہے کہ آپ
سے قرض مانگے اور اپنی ذات کے لئے آپ کے آگے ہاتھ پھیلائے
در اصل یہ بھی اس کی شانِ کریمی ہے کہ وہ آپ سے خود آپ ہی
کے فائدے کے لئے۔ آپ ہی کی بھلائی کے لئے، آپ ہی کے کام
میں خرچ کرنے کو فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ خرچ میری راہ میں
ہے۔ مجھ پر قرض ہے۔ میرے ذمہ اس کا بدلہ ہے اور میں تمہارا
احسان مانتا ہوں۔ تم اپنی قوم کے محتاجوں اور مسکینوں کو
دو۔ اس کا بدلہ وہ کہاں سے دیں گے۔ ان کی طرف سے میں
دونگا۔ تم اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کرو۔ انکا احسان
ان پر نہیں مجھ پر ہے۔ میں تمہارے اس احسان کو اتارونگا۔
تم اپنے پریشان حال بھائیوں کو قرض دو اور ان
سے سود نہ مانگو۔ ان کو تنگ نہ کرو اگر وہ ادا کرنے کے
قابل نہ ہوں تو ان کو سول جیل نہ بھجواؤ۔ ان کے کپڑے اور

گھر کے برتن فروخت نہ کراؤ - اُن کے بال بچوں کو گھر سے بے گھر نہ کردو - تمہارا قرض اُن کے ذمّہ نہیں - میرے ذمّہ ہے - اگر وہ اصل ادا کردیں گے تو اُن کی طرف سے سود میں دوں گا - اور اگر وہ اصل کبھی ادا نہ کرسکیں گے - تو میں اصل اور سود دونوں تمہیں دوں گا - اسی طرح اپنی جماعتی فلاح کے کاموں میں - اپنے ابنائے نوع کی بھلائی اور بہتری کے لیئے جو کچھ تم خرچ کرو گے - اس کا فائدہ اگرچہ تمہیں کو ملے گا - مگر اس کا احسان مجھ پر ہوگا - میں اس کی پائی پائی منافع سمیت تمہیں واپس دوں گا :

یہ ہے اس کریموں کے کریم - اس پادشاہوں کے پادشاہ کی شان - تمہارے پاس جو کچھ ہے اسی کا بخشا ہوا ہے - تم کہیں اور سے نہیں لاتے - اسی کے خزانوں سے لیتے ہو - اور پھر جو کچھ دیتے ہو - اس کو نہیں دیتے - اپنے ہی رشتہ داروں - اپنے ہی بھائی بندوں - اپنی ہی قوم کے لوگوں کو دیتے ہو - یا اپنی اجتماعی فلاح پر صرف کرتے ہو جس کا فائدہ آخرِ کار تم ہی کو پہنچتا ہے - مگر اس فیاضِ حقیقی کو دیکھو کہ جو کچھ تم اس سے لے کر اپنوں کو دیتے ہو

اُسے وہ فرماتا ہے کہ تم نے مجھے دیا۔ میری راہ میں دیا۔ مجھے قرض دیا۔ میں اس کا اجر تمہیں دوں گا۔ اللہ اکبر۔ خداوند عالم کو شانِ کریمی زیب دیتی ہے۔ اِسی بے نیاز بادشاہ کا یہ مقام ہے کہ فیاضی اور جود و کرم کے اس بلند ترین کمال کا اظہار کرے۔ کوئی انسان اس بلند خیالی کا تصور بھی نہیں کر سکتا ۔

اچھا اب اس بات پر غور کیجیئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور فیاضی پر اُبھارنے کا یہ طریقہ کیوں اختیار فرمایا؟ اس سوال پر جتنا زیادہ آپ غور کریں گے۔ اسی قدر زیادہ آپ اسلامی تعلیمات کی پاکیزگی کا حال کھلے گا۔ اور آپ کا دل گواہی دیتا چلا جائے گا کہ ایسی بے نظیر تعلیم خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے نہیں ہو سکتی ۔

آپ جانتے ہیں کہ انسان کچھ اپنی فطرت ہی کے لحاظ سے ظلوم و جہول واقع ہوا ہے۔ اس کی نظر تنگ ہے یہ زیادہ دُور تک نہیں دیکھ سکتا۔ اسکا دِل چھوٹا ہے۔ زیادہ بڑے اور اونچے خیالات اس میں کم ہی سما سکتے ہیں۔ یہ خودغرض واقع ہوا ہے اور اپنی غرض کا بھی کوئی وسیع تصور اس کے

دماغ میں پیدا نہیں ہوتا۔ یہ جلد باز بھی ہے خُلِقَ الْاِنْسَانُ
مِنْ عَجَلٍ یہ ہر چیز کا نتیجہ اور فائدہ جلدی دیکھنا چاہتا
ہے اور اُسی نتیجے کو نتیجہ اور اسی فائدے کو فائدہ سمجھتا ہے جو
جلدی سے اس کے سامنے آجائے اور اس کو محسوس ہو
جائے۔ دُور رس نتائج تک اس کی نگاہ نہیں پہنچتی۔ اور
بڑے پیمانے پر جو فائدے حاصل ہوتے ہیں اور جن فائدوں
کا سلسلہ بہت دُور تک چلتا ہے۔ ان کا ادراک اسے
مشکل سے ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ہوتا ہی نہیں۔ یہ انسان
کی فطری کمزوری ہے اور اس کمزوری کا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ
ہر چیز میں اپنے ذاتی فائدے کو دیکھتا ہے اور فائدہ بھی وہ
جو بہت چھوٹے پیمانے پر ہو۔ جلدی سے حاصل ہو جائے اور
اس کو محسوس ہو جائے۔ یہ کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے کمایا
ہے یا جو کچھ مجھے اپنے باپ دادا سے ملا ہے۔ یہ میرا ہے۔
اس میں کسی کا حصّہ نہیں۔ اس کو میری ضروریات پر۔ میری
خواہشات پر۔ میری آسائش اور میری لذّتِ
نفس ہی پر خرچ ہونا چاہیئے۔ یا ایسے کام میں
خرچ ہونا چاہیئے۔ جس کا نفع جلدی سے محسوس صورت

میں میرے پاس پلٹ آئے ہیں۔ وہ یہ صرف کروں تو اس کے بدلے میں یا تو میرے پاس اس سے زیادہ روپیہ آنا چاہیئے یا میری آسائش میں کچھ مزید اضافہ ہونا چاہیئے یا کم از کم یہی ہو کہ میرا نام بڑھے۔ میری شہرت ہو۔ میری عزت بڑھے۔ مجھے خطاب ملے۔ اونچی کرسی ملے۔ لوگ میرے سامنے جھکیں اور زبانوں پہ میرا چرچا ہو۔ اگر ان باتوں میں سے کچھ بھی مجھے حاصل نہیں ہوتا تو آخر میں کیوں اپنا مال اپنے ہاتھ سے دوں؟ قریب میں کوئی یتیم بھوکا مر رہا ہے یا آوارہ پھر رہا ہے۔ تو میں کیوں اس کی خبرگیری کروں؟ اس کا حق اس کے باپ پر تھا۔ اسے اپنی اولاد کے لئے کچھ چھوڑ کر مرنا چاہئے تھا۔ کوئی بیوہ اگر میرے محلے میں مصیبت کے دن کاٹ رہی ہے تو مجھے کیا؟ اس کے شوہر کو اس کی فکر کرنی چاہئے تھی۔ کوئی مسافر اگر بھٹکتا پھر رہا ہے تو مجھ سے کیا تعلق۔ وہ بیوقوف اپنا انتظام کئے بغیر گھر سے کیوں نکل کھڑا ہوا۔ کوئی شخص اگر پریشان حال ہے تو ہوا کرے۔ اسے بھی اللہ نے میری ہی طرح ہاتھ پاؤں دیئے ہیں۔ اپنی ضرورتیں اسے خود پوری کرنی چاہئیں۔ میں اس کی کیوں مدد کروں؟ میں اسے دونگا تو قرض دونگا اور اصل

کے ساتھ سود بھی وصول کرونگا - کیونکہ میرا روپیہ کچھ بیکار تو ہے نہیں - میں اس سے مکان بنواتا یا موٹر خریدتا - یا کسی نفع کے کام پر لگاتا - یہ بیچارہ اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی اُٹھائیگا - پھر کیوں نہ میں اس فائدے میں سے اپنا حصّہ وصول کروں ؟

اس خود غرضانہ ذہنیت کے ساتھ اول تو روپے والا آدمی خزانے کا سانپ بن کر رہے گا یا خرچ کریگا تو اپنے ذاتی فائدہ کے لئے کریگا - جہاں اسکو اپنا فائدہ نظر نہ آئیگا - وہاں ایک پیسہ بھی اس کی جیب سے نہ نکلے گا - اگر کسی غریب کی اس نے مدد کی بھی تو درحقیقت اس کی مدد نہ کریگا - بلکہ اس کو لوٹے گا - اور جو کچھ اُسے دیگا - اس سے زیادہ وصول کرلے گا اگر کسی مسکین کو کچھ دے گا تو اس پر ہزاروں احسان رکھ کر اس کی آدھی جان نکال لے گا اور اس کی اتنی تذلیل و تحقیر کریگا کہ اس میں کوئی خودداری باقی نہ رہ سکے گی - اگر کسی قومی کام میں حصّہ لے گا تو سب سے پہلے یہ دیکھ لیگا کہ اس میں میرا ذاتی فائدہ کس قدر ہے - جن کاموں میں اس کی اپنی ذات کا کوئی فائدہ نہ ہو - وہ سب اس کی مدد سے محروم رہ جائیں گے ۔

اس ذہنیت کے نتائج کیا ہیں؟ اس کے نتائج صرف اجتماعی زندگی ہی کے لئے مہلک نہیں ہیں۔ بلکہ آخر کار خود اس شخص کے لئے بھی نقصان دہ ہیں جو تنگ نظری اور جہالت کی وجہ سے اس کو اپنے لئے فائدہ مند سمجھتا ہے جب لوگوں میں یہ ذہنیت کام کر رہی ہو تو تھوڑے سے اشخاص کے پاس دولت سمٹ سمٹ کر اکٹھی ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور بے شمار اشخاص بے وسیلہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دولت مند لوگ روپے کے زور سے روپیہ کھینچتے رہتے ہیں اور غریب لوگوں کی زندگی روز بروز تنگ ہوتی جاتی ہے۔ افلاس جس سوسائٹی میں عام ہو۔ وہ طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ اس کی جسمانی صحت خراب ہوتی ہے۔ اس میں بیماریاں پھیلتی ہیں۔ اس میں کام کرنے اور دولت پیدا کرنے کی قوت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میں جہالت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس کے اخلاق گرنے لگتے ہیں۔ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے جرائم کا ارتکاب کرنے لگتی ہے اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ وہ لوٹ مار پر اُتر آتی ہے۔ عام بلوے ہوتے ہیں۔ دولتمند لوگ قتل کئے جاتے ہیں۔ ان کے گھر بار

لوٹے اور جلائے جاتے ہیں اور وہ اس طرح تباہ و برباد ہوتے ہیں کہ انکا نام و نشان تک دنیا میں نہیں رہتا۔

اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوسکتا ہے کہ درحقیقت ہر شخص کی بھلائی اس جماعت کی بھلائی کے ساتھ وابستہ ہے جس کے دائرہ میں وہ رہتا ہے - آپ کے پاس جو دولت ہے اگر آپ اس سے اپنے دوسرے بھائیوں کی مدد کریں - تو یہ دولت چند اتفاقی ہوئی بہت سے فائدوں کے ساتھ پھر آپ کے پاس پلٹ کر آئے گی اور اگر آپ تنگ نظری کے ساتھ اس کو اپنے پاس بند رکھیں گے یا صرف اپنے ہی ذاتی فائدے پر صرف کریں گے تو یہ بالآخر گھٹتی چلی جائے گی - مثال کے طور پر اگر آپ نے ایک یتیم بچے کی پرورش کی اور اسے تعلیم دے کر اس قابل بنا دیا کہ وہ آپ کی جماعت کا ایک کمانے والا فرد بن جائے تو گویا آپ نے جماعت کی دولت میں اضافہ کیا - اور ظاہر ہے کہ جب جماعت کی دولت بڑھے گی تو آپ جو جماعت کے ایک فرد ہیں - آپ کو بھی اس دولت میں سے بہرحال حصہ ملے گا خواہ آپکو کسی حساب سے یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ حصہ آپکو اس خاص یتیم کی قابلیت سے پہنچا ہے - جس کی آپ نے مدد کی تھی - لیکن اگر

آپ نے خودغرضی اور تنگ نظری سے کام لے کر یہ کہا کہ میں اس کی مدد کیوں کروں۔ اس کے باپ کو اس کے لئے کچھ نہ کچھ چھوڑ جانا چاہیئے تھا تو وہ آوارہ پھریگا۔ ایک بیکار آدمی بن کر رہ جائیگا۔ اس میں یہ قابلیت ہی پیدا نہ ہو سکے گی کہ اپنی محنت سے جماعت کی دولت میں کوئی اضافہ کر سکے۔ بلکہ کچھ عجب نہیں کہ وہ جرائم پیشہ بن جائے اور ایک روز خود آپ کے گھر میں نقب لگائے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ نے اپنی جماعت کے ایک شخص کو بیکار اور آوارہ اور جرائم پیشہ بنا کر اس کا ہی نہیں خود اپنا بھی نقصان کیا۔ اس ایک مثال پر قیاس کر کے آپ ذرا وسیع نظر سے دیکھیں تو آپکو دکھائی دیگا کہ جو شخص بے غرضی کے ساتھ جماعت کی بھلائی کے لئے روپیہ صرف کرتا ہے اسکا روپیہ ظاہر میں تو اس کی جیب سے نکل جاتا ہے مگر باہر وہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر میں وہ بے شمار فائدوں کے ساتھ اسی جیب میں واپس آتا ہے جس سے وہ کبھی نکلا تھا اور جو شخص خودغرضی اور تنگ نظری کیساتھ روپے کو اپنے پاس روک رکھتا ہے۔ اور جماعت کی بھلائی پر خرچ نہیں کرتا وہ ظاہر میں تو اپنا روپیہ محفوظ رکھتا ہے یا

سود کھا کر اسے اور بڑھاتا ہے مگر حقیقت میں وہ اپنی حماقت سے اپنی دولت گھٹاتا ہے اور اپنی بربادی کا سامان کرتا ہے یہی راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:-

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقَاتِ	اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ تم
وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔	جو سود دیتے ہو۔ یہ سمجھ کر کہ لوگوں کی دولت بڑھائیگا تو دراصل اللہ کے نزدیک اس سے دولت نہیں بڑھتی البتہ جو زکوٰۃ تم محض خدا کی رضاجوئی کے لئے دیتے ہو وہ دُگنی چوگنی ہوتی چلی جاتی ہے ؂

لیکن اس راز کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں انسان کی تنگ نظری اور اسکی جہالت مانع ہے - یہ محسوسات کا بندہ ہے جو روپیہ اس کی جیب میں ہے اسکو تو یہ دیکھ سکتا ہے کہ اس کی جیب میں ہے جو روپیہ اس کے بہی کھاتے کی رو سے بڑھ رہا ہے- اس کو بھی یہ جانتا ہے کہ واقعی یہ بڑھ رہا ہے - مگر جو

روپیہ اس کے پاس سے چلا جاتا ہے اس کو یہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ کہاں بڑھ رہا ہے اور کب اس کے پاس فائدہ وں اور منافع کے ساتھ واپس آتا ہے۔ یہ تو بس یہی سمجھتا ہے کہ اس قدر روپیہ میرے ہاتھ سے گیا اور ہمیشہ کے لئے چلا گیا ❊

اس جہالت کے بندھے کو آج تک انسان اپنی عقل یا اپنی کوشش سے نہیں کھول سکا۔ تمام دنیا میں یہی حال ہے ایک طرف سرمایہ داروں کی دنیا ہے جہاں سارے کام سود خواری پر چل رہے ہیں اور دولت کی کثرت کے باوجود روز بروز مصیبتوں اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ایک ایسا گروہ پیدا ہو چکا ہے اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جس کے دل میں حسد کی آگ جل رہی ہے اور جو سرمایہ داروں کے خزانوں پر ڈاکہ مارنے کے ساتھ انسانی تہذیب و تمدن کی ساری بساط بھی اُلٹ دینا چاہتا ہے ❊

اس پیچیدگی کو اس حکیم و دانا ہستی نے حل کیا ہے جس کی کتاب پاک کا نام قرآن ہے اس عقدہ حل کی کنجی ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر ہے۔ اگر آدمی خدا پر ایمان لے آئے اور یہ جان لے کہ زمین و آسمان کے خزانوں کا اصل مالک خدا ہے اور انسانی

معاملات کا انتظام اصل میں خدا ہی کے ہاتھ میں ہے اور خدا کے
پاس ایک ایک ذرّے کا حساب ہے اور انسان کی ساری
بھلائیوں اور بُرائیوں کی آخری جزا و سزا ٹھیک ٹھیک
حساب کے مطابق آخرت میں ملے گی تو اس کے لئے یہ بالکل
آسان ہو جائیگا کہ اپنی نظر پر بھروسہ کرنے کے بجائے خدا پر
بھروسہ کرے اور اپنی دولت کو خدا کی ہدایت کے مطابق
خرچ کرے اور اس کے نفع و نقصان کو چھوڑ دے اس ایمان
کے ساتھ وہ جو کچھ خرچ کریگا وہ در اصل خدا کو دیگا۔ اس کا
حساب کتاب بھی خدا کے ہی کھاتے میں لکھا جائیگا ۔ خواہ دُنیا
میں کسی کو اس کے احسان کا علم ہو یا نہ ہو۔ مگر خدا کے علم میں
ضرور آئے گا۔ اور خواہ اسکا احسان کوئی مانے یا نہ مانے۔
خدا اس کے احسان کو مانے اور جانے گا اور خدا کا جب یہ
وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ اس کا بدلہ دیگا تو یقین ہے کہ وہ اس
کا بدلہ ضرور دے گا ۔ خواہ آخرت میں دے یا دنیا اور آخرت
دونوں میں دے ۔

انفاق فی سبیل اللہ کے عام احکام

اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا یہ قاعدہ رکھا ہے کہ پہلے تو نیکی اور بھلائی کے کاموں کا عام حکم دیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ اپنی زندگی میں عموماً بھلائی کا طریقہ اختیار کریں۔ پھر اسی بھلائی کی ایک خاص صورت اختیار کی جاتی ہے۔ تاکہ اس کی خاص طور پر پابندی کی جائے۔ مثال کے طور پر دیکھیے کہ اللہ کی یاد ایک بھلائی ہے سب سے بڑی بھلائی اور تمام بھلائیوں کا سرچشمہ۔ اس کے لیے عام حکم ہے کہ اللہ کو ہمیشہ ہر حال میں۔ ہر وقت یاد رکھو اور کبھی اس سے غافل نہ ہو:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کی یاد میں لگے رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔

بے شک آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں اُن لوگوں کے لئے اللہ کی بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں ۔ جو خدا کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے رہتے ہیں اور جو آسمانوں اور زمین کی بناوٹ پر غور کر کے بے اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ پروردگارا تو نے یہ کارخانہ بے کار نہیں بنایا ہے ؛

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا +

اور اس شخص کی بات نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل پایا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گیا ہے اور جس کے سارے کام حد سے گزرے ہوئے ہیں ۔

یہ اور بہت سی ایسی آیات ہیں ۔ جن میں حکم دیا گیا ہے کہ ہمیشہ ہر حال میں خدا کی یاد جاری رکھو ۔ کیونکہ خدا کی یاد ہی وہ چیز ہے جو آدمی کے معاملات کو درست رکھتی ہے جہاں

آدمی اس کی یاد سے غافل ہوا اور بس نفسانی خواہشوں اور
شیطانی وسوسوں نے اس پر قابو پالیا - اس کالازمی نتیجہ
یہ ہے کہ وہ راہ راست سے بھٹک کر اپنی زندگی کے معاملات
میں حد سے گذرنے لگے گا ٭

دیکھیے! یہ تو تھا عام حکم - اب اسی یادِ الٰہی کی ایک
صورت تجویز کی گئی - نماز اور نماز میں بھی پانچ وقت میں چند
رکعتیں فرض کردی گئیں - جن میں یک وقت پانچ چھ منٹ
سے زیادہ صرف نہیں ہوتے - اِس طرح چند منٹ اس وقت
اور چند منٹ اس وقت یادِ الٰہی کو فرض کرنے کا یہ مطلب نہیں
ہے کہ بس آپ اتنی ہی دیر کے لئے خدا کو یاد کریں اور باقی وقت
اس کو بھول جائیں - بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم
اتنی دیر کے لئے تم کو بالکل خدا کی یاد میں لگ جانا چاہیئے -
س کے بعد اپنے کام بھی کرتے رہو اور ان کو کرتے ہوئے خدا
کو بھی یاد کرو ٭

بس ایسا ہی معاملہ زکوٰۃ کا بھی ہے - یہاں بھی ایک حکم
عام ہے اور ایک خاص - ایک طرف تو یہ ہے کہ بخل اور تنگ
دِلی سے بچو کہ یہ بُرائیوں کی جڑ اور بدیوں کی ماں ہے - اپنے

اخلاق میں اللہ کا رنگ اختیار کرو جو ہر وقت بے حد و حساب
مخلوق پر اپنے فیض کے دریا بہا رہا ہے۔ حالانکہ کسی کا اس
پر کوئی حق اور دعویٰ نہیں ہے۔ راہِ خدا میں جو کچھ خرچ
کر سکتے ہو کرو۔ اپنی ضرورتوں سے جتنا بچا سکتے ہو بچاؤ اور
اس سے خدا کے دوسرے ضرورت مند بندوں کی ضرورتیں
پوری کرو۔ دین کی خدمت میں اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے میں
جان اور مال سے کبھی دریغ نہ کرو۔ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو
تو مال کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان کر دو۔ یہ تو ہے عام
حکم اور اس کے ساتھ ہی خاص حکم یہ ہے کہ اس قدر مال اگر
تمہارے پاس جمع ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا خدا کی راہ
میں ضرور صرف کرو اور اتنی پیداوار تمہاری زمین میں ہو۔ تو
اس میں سے کم از کم اتنا حصہ تو ضرور خدا کی راہ میں نذر کر دو۔ جسطرح
چند رکعت نماز فرض ادا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہ
رکعتیں پڑھتے وقت خدا کو یاد کرو اور باقی سارے وقتوں
میں اسکو بھول جاؤ۔ اسی طرح مال کی ایک چھوٹی سی مقدار راہِ
خدا میں صرف کرنا جو فرض کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب بھی یہ نہیں
ہے کہ جن لوگوں کے پاس اتنا مال ہو۔ بس انہی کو راہِ خدا میں

صرف کرنا چاہیئے اور جو اس سے کم مال رکھتے ہوں انہیں اپنی مٹھیاں بھینچ لینی چاہیئں اور اسکا مطلب یہ بھی نہیں ہے۔ کہ مالدار لوگوں پر جتنی زکوٰۃ فرض کی گئی ہے بس وہ اتنا ہی خدا کی راہ میں صرف کریں اور اس کے بعد کوئی ضرورت مند آئے۔ تو اُسے جھڑک دیں یا دین کی خدمت کا کوئی موقع آئے تو کہہ دیں کہ ہم تو زکوٰۃ دے چکے۔ اب ہم سے ایک پائی کی بھی اُمید نہ رکھو۔ زکوٰۃ فرض کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے بلکہ اسکا مطلب دراصل یہ ہے کہ کم از کم اتنا مال تو ہر مالدار کو راہِ خدا میں دینا ہی پڑیگا اور اس سے زیادہ جس شخص سے جو کچھ بن آئے۔ وہ اسکو صرف کرنا چاہیئے۔

اب میں عام حکم اور خاص حکم دونوں کی تھوڑی سی تشریح بیان کرونگا۔

قرآن مجید کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے اس کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی وہ خود ہی بتا دیتا ہے۔ تاکہ محکوم کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو حکم دیا ہے اس کی وجہ کیا ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے۔ قرآن مجید کھولتے ہی جس آیت پر آپ کی نظر پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ:-

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ

یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ان پرہیزگار لوگوں کو زندگی کا سیدھا راستہ بتاتی ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اِس آیت میں یہ اصل الاصول بیان کر دیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں سیدھے راستہ پر چلنے کے لئے تین چیزیں لازمی طور پر شرط ہیں۔ ایک ایمان بالغیب۔ دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے جو رزق بھی اللہ نے دیا ہو۔ اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ :۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۔

تم نیکی کا مقام پا ہی نہیں سکتے۔ جب تک خدا کی راہ میں وہ چیزیں نہ خرچ کرو۔ جن سے تم کو محبت ہے

پھر فرمایا :۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ

شیطان تم کو ڈراتا ہے کہ خرچ

يَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ ۔ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے وہ تمہیں شرم کی بات یعنی بخیلی کی تعلیم دیتا ہے

اس کے بعد ارشاد ہوا :-

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۞ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو (کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں)

آخر میں فرمایا کہ

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اور جو تنگدلی سے بچ گئے - وہی فلاح پانے والے ہیں ۞

اِن سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسان کے لئے زندگی بسر کرنے کے دو راستے ہیں۔ایک خدا کا راستہ ہے جس میں نیکی اور بھلائی اور فلاح اور کامیابی ہے اس راستے کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کا دِل کھلا ہوا ہو۔ جو رزق بھی تھوڑا یا بہت اللہ نے دیا ہو۔ اس سے خود اپنی ضرورتیں بھی پوری کرے اور اپنے بھائیوں کی مدد بھی کرے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے بھی خرچ کرے - دوسرا راستہ شیطان کا راستہ ہے

جس میں بظاہر تو آدمی کو فائدہ ہی فائدہ نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ اِس راستہ کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی دولت سمیٹنے کی کوشش کرے اور پیسے پیسے پر جان دے اور اسکو دانتوں سے پکڑ کر رکھے تاکہ خرچ نہ ہونے پائے۔ اور خرچ ہو بھی تو بس اپنے ذاتی فائدے اور اپنے نفس کی خواہشات پر ہو ؛

اب دیکھیئے کہ خدائی راستہ پر چلنے والوں کے لئے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے کیا طریقے بیان ہوتے ہیں۔ میں ان سب کو نمبروار بیان کرتا ہوں :-

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خرچ کرنے میں صرف خدا کی رضا اور اس کی خوشنودی مطلوب ہو۔ کسی کو احسان مند بنانے یا دنیا میں نام کرنے کے لئے خرچ نہ کیا جائے۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ۔ تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو۔ اس سے اللہ کی رضا کے سوا تمہارا اور کوئی مقصود نہیں ہوتا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى اے اہل ایمان! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر

كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ
النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ
صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ
فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ
صَلْدًا۔

اس شخص کی طرح ضائع نہ کرو جو لوگوں
کو دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور
اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں
رکھتا۔ اس کے خرچ کی مثال تو ایسی
ہے۔ جیسے ایک چٹان پر مٹی پڑی ہو
اور اس پر زور کا مینہ برسے۔ تو
ساری مٹی بہ جائے اور بس صاف چٹان کی چٹان رہ جائے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی کو پیسہ دے کر یا روٹی کھلا کر یا کپڑا پہنا کر احسان نہ جتایا جائے اور ایسا برتاؤ نہ کیا جائے جس سے اس کے دل کو تکلیف ہو ٭

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ
مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى
لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ
وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں
اور پھر خرچ کرکے احسان نہیں جتاتے
اور تکلیف نہیں پہنچاتے۔ اُن کیلئے
خدا کے ہاں اجر ہے اور انہیں کسی
نقصان کا خوف یا رنج نہیں۔ رہی
وہ خیرات جس کے بعد تکلیف پہنچائی
جائے تو اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سائل

تَتْبَعُهَآ اَذًى۔
کو نرمی سے ٹال دیا جائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ بھائی معاف کرو۔

۳۔ تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں اچھا مال دیا جائے بُرا چھانٹ کر نہ دیا جائے۔ جو لوگ کسی غریب کو دینے کے لئے پھٹے پُرانے کپڑے تلاش کرتے ہیں یا کسی فقیر کو کھلانے کے لئے بد تر سے بد تر کھانا نکالتے ہیں انکو بس ایسے ہی اجر کی خدا سے بھی توقع رکھنی چاہیئے :۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا	اے اہل ایمان جو کچھ تم نے کمایا ہے
مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ	اور جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین
وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ	سے نکالا ہے۔ اسمیں سے اچھا مال
الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ	خدا کی راہ میں دو۔ یہ نہ کرو کہ خدا
مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ ○	کی راہ میں دینے کے لئے بُرے سے بُرا تلاش کرنے لگو۔

۴۔ چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ چھپا کر خرچ کیا جائے تاکہ ریا اور نمود کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ اگرچہ کھلے طریقہ سے بھی خرچ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر ڈھانک چھپا کر دینا زیادہ بہتر ہے۔

وَاِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ	اگر کھلے طریقہ سے خیرات کرو تو یہ

فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَیُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِکُمْ۔

بھی اچھا ہے۔ لیکن اگر چھپا کر غریب لوگوں کو دو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اس سے تمہارے گناہ دُھلتے ہیں ۔

۵ - پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ کم عقل اور ناداں لوگوں کو انکی ضرورت سے زیادہ نہ دیا جائے کہ بگڑ جائیں اور بری عادتوں میں پڑ جائیں۔ بلکہ انکو جو کچھ دیا جائے۔ ان کی حیثیت کے مطابق دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ پیٹ کو روٹی اور پہننے کو کپڑا تو ہر بُرے سے بُرے اور بدکار سے بدکار کو بھی ملنا چاہیئے مگر شراب نوشی اور چانڈو اور گانجے اور جوئے بازی کے لئے رذیل لوگوں کو پیسہ نہ دینا چاہیئے ۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاکْسُوْهُمْ

اپنے اموال جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی بسر کرنے کا ذریعہ بنایا ہے ناداں لوگوں کے حوالہ نہ کرو البتہ ان اموال میں سے انکو کھانے اور پہننے کے لئے دو ۔

۶ - چھٹا قاعدہ یہ بیان ہوا ہے کہ اگر کسی آدمی کی ضرورت

پوری کرنے کے لئے اسکو قرض حسن دیا جائے تو تقاضے کر کے اُسے پریشان نہ کیا جائے بلکہ اسکو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ آسانی سے ادا کر سکے اور اگر واقعی یہ معلوم ہو کہ وہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہے اور تم اتنا مال رکھتے ہو کہ اس کو آسانی کے ساتھ معاف کر سکتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ معاف کر دو ؂

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اگر قرضدار تنگدست ہو تو اُسے خوشحال ہونے تک مہلت دو اور صدقہ کر دینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم اسکا فائدہ جانو۔

۷۔ ساتواں قاعدہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کو خیرات کرنے میں بھی حد سے نہ گزرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر خیرات کی جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ سیدھے سادے طریقے سے زندگی بسر کرنے کے لئے جتنی ضرورت انسان کو ہوتی ہے اتنا اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر صرف کرے اور جو باقی بچے اُسے خدا کی راہ میں دے

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں ؟

قُلِ الْعَفْوَ ۔ اے نبی! کہہ دو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو ۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۔ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کریں تو نہ فضول خرچی کریں اور نہ بہت تنگی کر جائیں بلکہ انکا طریقہ ان دونوں انتہاؤں کے بیچ میں ہو ۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۔ نہ تو اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ لو ۔ کہ گردن سے بندھا ہوا ہے اور نہ اتنا کھول دو کہ حسرت زدہ بیٹھے رہو اور لوگ بھی تم کو ملامت کریں ۔

۸ ۔ آخر میں یہ بھی سن لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مستحقین کی پوری فہرست بنا دی ہے جس کو دیکھ کر آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کون کون لوگ آپ کی مدد کے مستحق ہیں اور کن کا حق اللہ تعالیٰ نے آپ کی کمائی میں رکھا ہے :۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۚ اپنے غریب رشتہ دار کو اسکا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو ۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ — اور نیک وہ ہے جو خدا کی محبت میں
ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَ — مال دے۔ اپنے غریب رشتہ داروں کو
الْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ — اور یتیموں اور مسکینوں کو اور مسافر
وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی — کو اور ایسے لوگوں کو جن کی گردنیں غلامی
الرِّقَابِ ۚ — اور اسیری میں پھنسی ہوئی ہوں ۚ

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا — اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں
وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی — اور یتیموں اور مسکینوں اور قریب والے
وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی — پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں
الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ — اور مسافروں اور اپنے لونڈی
وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ — غلاموں کے ساتھ سلوک کرتے رہو

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ — اور نیک لوگوں کی محبت میں مسکین اور
عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا — یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں
وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ — اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض خدا کے
لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ — لئے کھلا رہے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ
جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ — یا شکریہ نہیں چاہتے۔ ہم کو تو اپنے
مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا — خدا سے اس دن کا ڈر لگا ہوا ہے۔
جس کی شدت کی وجہ سے لوگوں کے منہ سکڑ جائیں گے اور تیوریاں چڑھ جائینگی

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ
الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ
النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا
مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ
عَلِيْمٌ ۝

خیرات اُن فقیروں کے لئے ہے جو
اپنا سارا وقت خدا کے کام میں دیئے
ایسے گھرے ہیں کہ اپنی روزی کمانے
کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے
ان کی خود داری کو دیکھ کر تم گمان
کرتے ہو کہ وہ غنی ہیں مگر ان کی
صورت دیکھ کر تم پہچان سکتے ہو کہ
ان پر کیا گزر رہی ہے (انکو خود
جا کر دو۔ کیونکہ) وہ ایسے لوگ
نہیں ہیں کہ لوگوں سے لپٹ لپٹ
کر مانگتے پھرتے ہیں۔ ان کو ڈھونڈ
چھپا کر ا جو کچھ بھی تم خیرات دو گے۔ اللہ کو اس کی خبر ہوگی اور وہ
اس کا بدلہ دے گا ؞

زکوٰۃ کے احکام

پچھلے مضمون میں انفاق فی سبیل اللہ (یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنے کے) عام احکام بیان کر چکا ہوں - اب میں اس حکم کے دوسرے حصہ کی تفصیلات بیان کرتا ہوں - جو زکوٰۃ سے متعلق ہے - یعنی جسے فرض کیا گیا ہے

زکوٰۃ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تین جگہ الگ الگ احکام بیان فرمائے ہیں - سورۂ بقر میں فرمایا :-

وَاَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ	جو پاک مال تم نے کمائے ہیں اور جو پیدا وار ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہے - اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو -
(رکوع ۳۷)	

اور اسی کے متعلق سورۂ انعام میں فرمایا کہ ہم نے تمہارے لئے زمین سے باغ اگائے ہیں اور کھیتیاں پیدا کی ہیں لہذا

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ — اس کی پیداوار جب نکلے تو اس میں
وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ — سے کھاؤ اور پیداوار کٹنے کے دن اللہ
(رکوع ١٧) — کا حق نکال دو۔

یہ دونوں آیتیں زمین کی پیداوار کے تعلق میں امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عشر و پیداوار زمین خواہ تھوڑی ہو یا بہت اور گھاس اور بانس کے سوا باقی تمام چیزوں میں غلہ اور ترکاریاں اور پھلوں کی قسم سے ہیں۔ ان سب میں سے اللہ کا حق نکالنا چاہئے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو پیداوار بارانی یا دریا سے ہو اس میں اللہ کا حق دسواں حصہ ہے اور جو پیداوار انسان کی اپنی کوشش یعنی آبپاشی سے ہو اس میں اللہ کا حق بیسواں حصہ ہے اور یہ حصہ پیداوار کٹنے کے ساتھ ہی واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا حکم سورہ توبہ میں آتا ہے۔ وہاں اوّل تو یہ فرمایا کہ:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ — جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع
وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا — کرتے ہیں اور اس کو
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ — اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (توبہ ۵) — دردناک عذاب کی خبر دے دو۔

يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ — تو اُن کے خزانے کو جب اُن کے
فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ — ڈھیر اور جہنم کی آگ میں تپایا
وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ — جائے اور اس سے ان کے منہ
هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ — اور ان کے پہلوؤں اور پیٹھ
فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ — پر داغ دیا جائے گا اور کہا جائے گا
تَكْنِزُوْنَ ۝ — کہ یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے
رکوع ٥ — لئے جمع کیا تھا - اب اپنے ان
خزانوں کا مزہ چکھو ۔

[illegible]

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ — صدقات (یعنی زکوٰۃ) اللہ کی طرف
وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ — سے (مقرر) فقیروں اور
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ — مسکینوں کے لئے اور
وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ — ان لوگوں کے لئے جو زکوٰۃ وصول
وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ — کرنے پر مقرر ہوں اور ان کے
السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ — لئے جن کی تالیف قلوب منظور ہو
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ — اور گردن چھڑانے کے لئے اور
رکوع ٨ — قرض داروں کے لئے اور راہ

خدا میں مسافروں کے لئے - اللہ بہتر جاننے والا حکمت والا ہے

اس کے بعد فرمایا :-

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ان کے مالوں سے زکوٰۃ وصول

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا کر کے ان کو پاک و صاف کر

(رکوع ۱۲) (توبہ)

ان تینوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ جو مال جمع کیا جائے اور بڑھایا جائے - اور اس میں سے راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے وہ ناپاک ہوتا ہے - اس کے پاک کرنے کی صورت یہ ہے کہ اس میں سے خدا کا حق نکال کر اس کے بندوں کو دے دیا جائے - حدیث میں آتا ہے جب سونا اور چاندی جمع کرنے والوں پر عذاب کی دھمکی آئی تو مسلمان سخت پریشان ہوئے - کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوتے تھے کہ ایک درہم بھی اپنے پاس نہ رکھو - سب خرچ کر ڈالو - آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قوم کی پریشانی کا حال عرض کیا - آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ تم پر اسی لئے فرض کی ہے کہ باقی اموال تمہارے لئے پاک ہو جائیں - ایسی ہی روایت ابو عبید قاسم

ہے وہی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے مال میں سے
زکوٰۃ نکال دی تو جو حق تجھ پر واجب تھا وہ ادا ہو گیا ۔

آیاتِ زکوٰۃ سے تو صرف سونے اور چاندی کی زکوٰۃ
کا حکم ملتا ہے لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تجارتی
مال، اونٹ، گائے اور بکریوں میں بھی زکوٰۃ ہے۔ چاندی کا
نصاب ۲۰۰ درہم یعنی ½ ۵۲ تولے کے قریب ہے اور سونے کا
نصاب ½ ۷ تولے۔ بکریوں کا نصاب ۴۰ بکریاں اور گائے کا
نصاب ۳۰ ہے۔ یعنی جس شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو
وہ اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں
حصہ زکوٰۃ کا نکالنا واجب ہے۔ چاندی اور سونے کے متعلق
حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ دونوں الگ الگ بقدرِ نصاب
نہ ہوں۔ لیکن دونوں مل کر نصاب کی حد تک پہنچ جاتے ہوں
تو ان میں سے بھی زکوٰۃ نکالنی واجب ہے ۔

سونا اور چاندی اگر زیور کی صورت میں ہوں تو حضرت
عمرؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ کے نزدیک ان کی زکوٰۃ ادا کرنا
فرض ہے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے یہی قول لیا ہے
حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں

کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے اور پوچھا کہ کیا تم زکوٰۃ نکالتی ہو؟ ایک نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو اسے پسند کرے گی کہ قیامت کے روز اس کے بدلے آگ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں؟ اسی طرح حضرت اُمِ سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ میرے پاس سونے کی پازیب تھی۔ میں نے حضورؐ سے پوچھا۔ کیا یہ کنز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اس میں سونے کی مقدار نصابِ زکوٰۃ تک پہنچتی ہے اور اس میں سے زکوٰۃ نکال دی گئی ہے تو یہ کنز نہیں ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سونا چاندی اگر زیور کی شکل میں ہوں۔ تب بھی ان پر زکوٰۃ ہے۔ جس طرح نقد کی صورت میں ہونے پر ہے۔

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ حقدار بیان کئے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :-

فقراء

یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے پاس کچھ نہ کچھ مال تو ہو مگر اُن کی ضروریات کے لئے کافی نہ ہو۔ تنگ دستی میں گذر بسر کرتے ہوں اور کسی سے مانگتے نہ ہوں۔ امام زہریؒ۔

امام ابو حنیفہؒ - ابن عباسؓ - حسن بصریؒ - ابو الحسن کرخیؒ اور دوسرے بزرگوں نے فقیر کی یہی تعریف فرمائی ہے ⁘

۲- مساکین

یہ بہت ہی تباہ حال لوگ ہیں جو مانگنے پر مجبور ہوں - جن کے پاس اپنے تن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی نہ ہو - حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کو بھی مساکین میں شمار فرماتے تھے - جو کمانے کی طاقت رکھتے ہوں - مگر انہیں روزگار نہ ملتا ہو ⁘

۳- عاملین علیہا

ان سے مراد وہ لوگ ہیں - جنہیں اسلامی حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کرے - ان کو زکوٰۃ ہی کی مد سے تنخواہ دی جائے گی ⁘

۴- مؤلفۃ القلوب

ان سے مراد نومسلم ہیں - اگر نومسلم اپنی قوم کو چھوڑنے اور سب سے الگ ہو کر مسلمانوں سے آملنے کی وجہ سے بے روزگار یا تباہ حال ہو گیا ہو - تب تو اس کی مدد کرنا مسلمانوں پر ویسے ہی فرض ہے - لیکن اگر وہ مالدار ہو تب

بھی اُسے زکوٰۃ دینی چاہیے۔ تاکہ اس کا دل اسلام پر جم جائے۔ جنگِ حنین کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سے نومسلموں کو بہت مال دیا۔ حتیٰ کہ ایک ایک شخص کے حصہ میں سو سو اونٹ آئے۔ انصار نے اس کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ ابھی ابھی کفر سے اسلام میں آئے ہیں۔ میں ان کے دل کو خوش کرنا چاہتا ہوں۔ اسی بنا پر امام زہریؒ نے مولفۃ القلوب کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ جو عیسائی یا یہودی یا غیر مسلم اسلام میں داخل ہوا ہو۔ اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

۵- فی الرقاب

اس سے مطلب یہ ہے کہ جو شخص غلامی کے بند سے چھوٹنا چاہتا ہو۔ اس کو زکوٰۃ دی جائے۔ تاکہ وہ اپنے مالک کو روپیہ دے کر اپنی گردن غلامی سے چھڑا لے۔ آج کل کے زمانہ میں غلامی کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ جو لوگ جرمانہ ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے قید بھگت رہے ہوں۔ ان کو زکوٰۃ دے کر رہائی حاصل کرنے میں مدد دی جا سکتی ہے۔ یہ بھی فی الرقاب کی تعریف میں آجاتا

۶- الغارمین

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرضدار ہوں یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی کے پاس ہزار روپیہ ہو اور وہ سو روپے کا قرضدار ہو تو اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس پر اتنا قرض ہو کہ اسے ادا کرنے کے بعد اس کے پاس مقدار نصاب سے کم مال بچتا ہو اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ فقہائے کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی فضول خرچیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے قرض دار ہو اس کو زکوٰۃ دینا مکروہ ہے۔ کیونکہ پھر وہ اس بھروسے پر اور زیادہ جرأت کے ساتھ بدکاریاں اور فضول خرچیاں کرے گا۔ کہ زکوٰۃ سے قرض ادا کر دوں گا ٭

۷- فی سبیل اللہ

یہ لفظ عام ہے جو تمام نیک کاموں پر استعمال ہوتا ہے لیکن خاص طور پر اس سے مراد خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مدد کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ لینا کسی مالدار آدمی کے لئے جائز نہیں لیکن اگر مالدار آدمی جہاد کے

لئے مدد کا حاجت مند ہو تو اسے زکوٰۃ دینی چاہیئے - اس لئے کہ ایک شخص اپنی جگہ مالدار ہے - لیکن جہاد کے لئے جو غیر معمولی مصارف ہوتے ہیں - ان کو وہ شخص اپنے مال سے کس طرح پورا کر سکتا ہے - اس کام میں زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنی چاہیئے ؂

۸ - ابن السبیل

یعنی مسافر - اگرچہ مسافر کے پاس اس کے وطن میں کتنا ہی مال ہو - لیکن حالتِ مسافرت میں اگر وہ محتاج ہے تو اُسے زکوٰۃ دینی چاہیئے -

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ یہ آٹھ گروہ جو بیان ہوئے ہیں - ان میں سے کس شخص کو کس حال میں زکوٰۃ دینی چاہیئے اور کس حال میں نہ دینی چاہیئے - اس کی بھی تھوڑی سی تفصیل بیان کر دیتا ہوں ؂

۱ - کوئی شخص اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا - شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی - اس میں فقہا کا اتفاق ہے - بعض فقہا یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسے قریبی عزیزوں کو زکوٰۃ نہیں دینی

چاہیئے - جن کا نفقہ تم پر واجب ہو یا جو تمہارے شرعی وارث ہوں - البتہ دور کے رشتہ دار زیادہ حقدار ہیں بلکہ دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں - مگر امام اوزاعی فرماتے ہیں - کہ زکوٰۃ نکال کر اپنے ہی عزیزوں کو نہ ڈھونڈتے پھرو ۔۔

۲ - زکوٰۃ صرف مسلمان کا حق ہے - غیر مسلم کا حق نہیں ہے - حدیث میں زکوٰۃ کی تعریف یہ آئی ہے کہ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَاءِكُمْ وَتُرَدُّ اِلٰى فُقَرَاءِكُمْ یعنی وہ تمہارے مالداروں سے لی جائے گی اور تمہارے ہی غریبوں میں تقسیم کر دی جائے گی" البتہ غیر مسلم کو عام خیرات میں حصہ دیا جا سکتا ہے

۳ امام ابوحنیفہؒ - امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر بستی کی زکوٰۃ اسی بستی کے غریبوں میں تقسیم ہونی چاہیئے - ایک بستی سے دوسری بستی میں بھیجنا اچھا نہیں ہے - اِلّا یہ کہ وہاں کوئی حقدار نہ ہو یا دوسری جگہ کوئی ایسی مصیبت آ گئی ہو کہ دور و نزدیک کی بستیوں سے مدد پہنچنی ضروری ہو - جیسے سیلاب یا قحط وغیرہ - قریب قریب یہی رائے امام مالکؒ اور امام سفیان ثوری کی بھی ہے - لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ زکوٰۃ بھیجنا ناجائز ہے ۞

۴۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ جس شخص کے پاس دو وقت کے کھانے کا سامان ہو۔ اسے زکوٰۃ نہ لینی چاہیئے بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس دس روپے اور بعض فرماتے ہیں کہ جس کے پاس بارہ روپے موجود ہوں اسے زکوٰۃ نہ لینی چاہیئے لیکن امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ جس کے پاس ۵۰ روپے سے کم ہوں وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اس میں مکان اور گھر کا سامان اور گھوڑا اور خادم شامل نہیں ہیں۔ یعنی یہ سب سامان رکھتے ہوئے بھی جو شخص ۵۰ روپے سے کم مال رکھتا ہو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ ان مسائل میں ایک چیز تو ہے قانون اور دوسری چیز ہے درجہ فضیلت۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ درجہ فضیلت یہ ہے کہ حضور نے فرمایا۔ جو شخص صبح و شام کی روٹی کا سامان رکھتا ہو۔ وہ اگر سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اپنے حق میں آگ جمع کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں اسکو پسند کرتا ہوں کہ ایک شخص لکڑیاں کاٹے اور اپنا پیٹ بھرے بہ نسبت اس کے کہ سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتا پھرے

تیسری حدیث میں ہے کہ جس کے پاس کمانے کو ہو یا جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو اسکا یہ کام نہیں ہے کہ زکوٰۃ لے۔ لیکن یہ اولو العزمی کی تعلیم ہے۔ رہا قانون تو اس میں ایک آخری حد بتانی ضروری ہے کہ کہاں تک آدمی زکوٰۃ لینے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ سو وہ دوسری حدیثوں میں ملتا ہے مثلاً آپ نے فرمایا للسّائل حق و ان جاء علی الفرس یعنی سائل کا حق ہے۔ اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار آیا ہو۔ ایک شخص نے حضور سے عرض کیا کہ میرے پاس دس روپے ہیں کیا میں مسکین ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک مرتبہ دو آدمیوں نے آکر حضور سے زکوٰۃ مانگی۔ آپ نے نظر اٹھا کر انہیں غور سے دیکھا۔ پھر فرمایا۔ اگر تم لینا چاہتے ہو۔ تو میں دیدوں گا۔ لیکن اس مال میں غنی اور کمانے کے قابل ہٹے کٹے لوگوں کا حصّہ نہیں ہے۔ ان سب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بقدر نصاب مال سے کم رکھتا ہو۔ وہ فقراء کی ذیل میں آجاتا ہے اور اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ زکوٰۃ لینے کا حق در اصل اصلی حاجتمندوں ہی کو پہنچتا ہے ۔

زکوٰۃ کے ضروری احکام میں نے بیان کر دیئے ہیں لیکن ان سب کے ساتھ ایک اہم اور ضروری چیز اور بھی ہے جس کی طرف میں خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ مسلمان آجکل اس کو بھول گئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اسلام میں تمام کام نظام جماعت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ انفرادیت کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ آپ مسجد سے دور ہوں اور الگ نماز پڑھ لیں تو ہو جائے گی۔ مگر شریعت تو یہی چاہتی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اسی طرح الگ الگ زکوٰۃ نکالنا اور خرچ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ زکوٰۃ کو ایک مرکز پر جمع کرنا چاہیئے تاکہ وہاں سے ایک ضابطے کے ساتھ خرچ ہو۔ اسی چیز کی طرف قرآن مجید کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان سے زکوٰۃ وصول کریں۔ مسلمانوں سے یہ نہیں فرمایا کہ تم زکوٰۃ نکال کر الگ الگ خرچ کردو۔ اسی طرح عاملین زکوٰۃ کا حق مقرر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا امام اسکو باقاعدہ وصول کرے اور باقاعدہ خرچ کرے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا امرت ان اخذ الصدقۃ من اغنیاء کم و اردھا فی فقرآئکم۔ یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ وصول کروں اور تمہارے فقراء میں تقسیم کروں۔ اسی طریقہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا عمل بھی تھا۔ تمام زکوٰۃ حکومت اسلامی کے کارکن جمع کرتے تھے اور مرکز کی طرف سے اس کو تقسیم کیا جاتا تھا۔ آج اگر اسلامی حکومت نہیں ہے اور زکوٰۃ جمع کرکے باضابطہ تقسیم کرنے کا انتظام بھی نہیں ہے تو آپ علیحدہ علیحدہ اپنی زکوٰۃ نکالکر شرعی مصارف میں خرچ کرسکتے ہیں۔ مگر تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے لئے ایک اجتماعی انتظام بنانے کی فکر کریں۔ کیونکہ اس کے بغیر زکوٰۃ کی فرضیت کے فوائد ادھورے رہ جاتے ہیں ؂

شیخ عنایت اللہ پبلشر نے برقی پرنٹنگ ورکس ۲۶۵ سرکلر روڈ لاہور میں بہتمام عبدالحمید خان پرنٹر و منیجر کے چھپوا کر تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

